ماہنامہ

نفاذ اردو ڈیجیٹل

فروری ۲۰۲۳

یوم اردو

تحریک نفاذ اردو پاکستان

www.tnupak.com
facebook.com/TNUPAK
tnupak@gmail.com +923495059760

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ نفاذ اردو فروری ۲۰۲۳

زیر نگرانی: فرخندہ شمیم مدیر اعلی: عطاءالرحمن چوہان

فہرست مضامین

تحریک نفاذ اردو پاکستان

دفتر: ایس۔۲۰۰، ملک آباد شاپنگ مال، مری روڈ، سٹلائٹ ٹاون، راولپنڈی
www.tnupak.com tnupak@gmail.com
Facebook.com/TNUPAK Whats app 03495059760

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الف۔ لام۔ میم۔ یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے اُن پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وُہی فلاح پانے والے ہیں۔ (البقرۃ)

ہماری قومی زبان ہے لیکن سرکاری نہیں!

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو قومی اتفاق رائے سے اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا اور اسی شام قانون ساز اسمبلی نے اس کی متفقہ طور پر منظوری دی۔ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر بھی قومی زبان اردو ہی قرار پائی۔ ۱۹۷۳ء کے متفقہ دستور میں اردو کو قومی و سرکاری زبان قرار دیتے ہوئے ۱۵ سال کی مہلت دی گئی ہے نظام مملکت کو اس دوران قومی زبان میں منتقل کیا جائے۔

۱۹۷۹ء میں صدر پاکستان جنرل ضیاالحق نے مقتدرہ قومی زبان ادارہ قائم کر کے اسے نظام مملکت کو قومی زبان اردو میں منتقل کرنے کا ہدف دیا گیا، جو اس نے ۱۹۸۳ء میں حاصل کر کے حکومت کو سفارش کی کہ وہ پورے نظام مملکت بشمول تعلیمی، دفتری اور عدالتی نظام کو قومی زبان میں منتقل کر دیں۔ دستور میں دی گئی پندرہ سالہ مدت بھی ۱۳ اگست ۱۹۸۳ء کو ختم ہو گئی۔

۲۰۰۰ء میں عدالتی چارہ جوئی کی کوشش کی گئی تو وہاں بھی ۱۵ سال تک مقدمہ زیر التواء رہا، بلا خر ۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کو فوری طور پر قومی زبان نافذ کرنے کا فیصلہ بھی آ گیا، جس پر حکومت نے من و عن عمل کرنے کی یقین دہانی بھی کروائی لیکن معاملہ ابھی تک وہی کھڑا ہے۔

۱۳ اگست ۱۹۸۳ء سے آج تک حکمران حیلوں بہانوں سے کام لے رہے ہیں، قومی زبان کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کرتے اور اسے نافذ بھی نہیں ہونے دیتے۔ اس دوران انگریزی کو ملک میں مستحکم کرنے کے لیے بھاری سرمایہ کاری کی جاتی رہی ہے۔ قومی خزانے سے کھربوں روپے انگلش میڈیم اداروں کو مستحکم کرنے پر خرچ کیے جاتے رہے اور ساتھ غیر ملکی اداروں برٹش کونسل، یو ایس ایڈ اور دیگر این جی اوز نے انگریزی کو پاکستان میں مستحکم کرنے کے لیے بے تحاشہ سرمایہ صرف کیا۔ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ملازمتوں کو انگریزی مہارت سے مشروط کر دیا گیا، جس کے سبب لوگ قرض لے لے کر انگلش فروش اداروں کے پیٹ بھرتے رہے۔

آج ہماری نئی نسل اردو لکھنے سے قاصر ہے اور کل ہندوستانی مسلمانوں کی طرح اردو پڑھنے کے قابل بھی نہیں رہے گی۔ جس کے نتیجے میں ہم اپنی تہذیب، اقدار، دینی علمی سرمائے اور بزرگوں کی میراث سے مکمل طور پر محروم ہو جائیں گئے۔ یہی استعماری ہدف تھا، جس کی تکمیل کے لیے ہمارے حکمران پوری تن دہی سے لگے رہے ہیں۔ حکومت کو مزید وقت دینا اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے۔ اس لیے عوامی بیداری اور منظم تحریک کی ضرورت ہے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان نفاذ قومی زبان کے لیے ہر وقت کوشاں ہے اور عوامی سطح پر پذیرائی بھی مل رہی ہے، تاہم یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنا مشکل ہے۔ بنیادی دستوری حق کے لیے اب انگلی ٹیڑھی کرنے کا وقت ہے۔

۱۰، فروری ۲۰۲۳

عطاء الرحمن چوہان،
مدیر اعلی

لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ امید کی نئی کرن ہے۔

لاہور۔لاہور ہائی کورٹ کے جج جسٹس رضا قریشی نے ۱۳ فروری ۲۰۲۳ کو ایک بار پھر قومی زبان کے نفاذ کی امید پیدا کر دی ہے۔ سپریم کورٹ نے ۲۰۱۵ میں فیصلہ دیا تھا کہ قومی زبان اردو کو فوری طور پر پوری قوت سے دستور کے مطابق نافذ کیا جائے۔تب وزیر اعظم نواز شریف تھے، جنہوں نے عدالت کو تحریری یقین دہانی کروائی تھی کہ وہ عدالتی فیصلے پر عمل در آمد کروائیں گے۔عدالتی حکم پر وزارتی کمیٹی قائم کی گئی جو نفاذ اردو پر وزارتوں اور صوبوں سے ہر ماہ رپورٹ مرتب کر کے عدالت کو پیش کرتی تھی۔

جسٹس جواد ایس خواجہ کی ریٹائرمنٹ کے بعد نواز شریف حکومت نے قومی زبان کو سرد خانے میں دھکیل دیا۔ان کے بعد عمران خان وزیر اعظم بنے تو بڑے بڑے دعوی کرنے کے باوجود انہوں نے بھی قومی زبان کے ساتھ وہی رویہ رکھا جو گزشتہ پچھتر سالوں سے جاری ہے۔ باہمی لاکھ اختلافات کے باوجود قومی زبان کے نفاذ میں بھٹو سے عمران خان تک سب متفق اور متحد دکھائی دیتے ہیں۔اس میں کیا امر پوشیدہ ہے کہ ایک دوسرے کی جانوں کے دشمن قومی زبان بارے ایک دوسرے کو راستہ دیتے چلے آرہے ہیں۔اس حیران کن صورت حال میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس رضا قریشی نے غیر معمولی فیصلہ دے کر قومی زبان کی تحریک کو نئی زندگی عطا کی ہے۔ جس کے بعد قومی ذرائع ابلاغ میں یہ مطالبہ اور موضوع کھل کر زیر بحث آ گیا ہے۔ فیصلے میں نفاذ کے لیے ایک ماہ کی مدت دی گئی ہے۔امید حکمران توہین عدالت کی سزا سے بچنے کے لیے نفاذ قومی زبان پر کسی حد تک عمل کریں گے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے جسٹس رضا قریشی کو سلام پیش کرتی ہے کہ انہوں نے روائتی عدالتی تساہل کا مظاہرہ کرنے کے بجائے جرات مندانہ طرز عمل اختیار کیا ہے۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان سے منسلک محبان اردو اس فیصلے کو پہرہ دیں گے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کریں گے۔ قومی زبان کے ساتھ حکمرانوں،بیوروکریسی اور اشرافیہ کی بد سلوکی اب زبان زد عام ہے اور انگریزی کے جبری تسلط کے خلاف رائے عامہ کسی بھی وقت بغاوت کرنے پر تیار ہے۔اگر معاملہ سیدھی انگلی سے حل نہ ہوا تو عوامی مہم انگریزی سے نجات کے لیے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو جائے گی۔ڈاکٹر شریف نظامی خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں جو کئی سالوں سے نفاذ قومی زبان کے لیے عدالتی جنگ لڑ رہے ہیں اور عدالتی تساہل کے باوجود کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ان کی محنت رنگ لائی ہے جس کے فوائد صدیوں تک قوم حاصل کرتی رہے گی۔

مجلس مذاکرہ "یوم قومی زبان"

تحریک نفاذ اردو پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کے اشتراک سے
یوم قومی زبان کے موقع پر مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا جارہا ہے۔
۲۷ فروری ۲۰۲۳، بوقت ۲ بجے،

سماعت گاہ، اسلامی نظریاتی کونسل، G-5/2, اسلام آباد

مجلس صدارت:

ڈاکٹر قبلہ ایاز، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، محترمہ شگفتہ جمانی، چیئرپرسن مجلس قائمہ، جسٹس [ر] شوکت عزیز صدیقی

مہمانان خصوصی

ڈاکٹر خالد اقبال یاسر، سابق سربراہ اردو سائنس بورڈ
جناب محمد افضل بٹ، مرکزی صدر پی ایف یو جے
پروفیسر ڈاکٹر فرحت جبیں ورک، جامعہ فاطمہ جناح
ڈاکٹر راشد حمید، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ فروغ قومی زبان
ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل
جناب علی رحمان باجوہ، چیئرمین آگیگا

مہمانان اعزاز

پروفیسر ڈاکٹر غلام علی، ع۔ا۔ یونیورسٹی
پروفیسر ڈاکٹر وسیم انجم، ماہر اقبالیات
ڈاکٹر اشتیاق حسین ڈویژنل صدر پریم یونین
جناب اظہر اعوان، صدر ملازمین وفاقی محکمہ تعلیم
ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، دانشور، محقق
راجا محمد عاشق چیئرمین واپڈا مزدور یونین
ڈاکٹر افتخار کھوکھر، رفاہ یونیورسٹی
مولانا عبدالقدوس محمدی، وفاق المدارس عربیہ

اظہار خیال

جناب محمد اسلم الوری، سرپرست تحریک نفاذ اردو
سید ظہیر گیلانی، نائب صدر تحریک نفاذ اردو
جناب نیئر سرحدی، صحافی
چوہدری محمد حسین طاہر، چیئرمین سیکرٹریٹ ایمپلائز
فہمیدہ بٹ، صحافی،
عطاء الرحمن چوہان، صدر تحریک نفاذ اردو پاکستان
جناب فرمان عباسی، پنجاب ٹیچر یونین
ڈاکٹر ساجد خاکوانی ماہر تعلیم
مولانا شفقت منصوری، منتظم صوبہ جمعیت طلبہ عربیہ،
خالد یوسف ایڈووکیٹ عدالت عالیہ اسلام آباد

آپ سے شرکت کی استدعا ہے۔

برائے رابطہ و معلومات
نمیر حسن مدنی، ایڈیشنل سیکرٹری جنرل 03354445033
سید مظہر مسعود، سیکرٹری اطلاعات 03335504428

متمنی شرکت
سید مطاہر علی زیدی، معتمد عام

مکالمہ: نفاذ قومی زبان کی راہ میں حائل رکاوٹیں

قائدین اور کارکنان تحریک کا اظہار خیال

نفاذ قومی زبان میں اصل رکاوٹ۔سید ابوالا علیٰ مودودیؒ

اُردو زبان کے راستے میں اصل رکاوٹ صرف یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کا بالائی طبقہ چونکہ خود انگریزی ماحول میں پلا ہوا ہے، اور اُردو لکھنے بولنے پر قادر نہیں ہے، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کے جیتے جی ساری قوم پر انگریزی زبان مسلط رہے۔ پھر یہ لوگ اپنی اولاد کی بھی انگریزیت ہی کے ماحول میں پرورش کر رہے ہیں، اور اس بات کا انتظام کر رہے ہیں کہ حکومت کی باگ ڈور آیندہ انھی کی نسل کے قبضے میں رہے۔

اس لیے ۱۹۷۲ء میں بھی اس امر کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی کہ اُردو زبان کو یہاں کی سرکاری اور تعلیمی زبان بنانے کا فیصلہ ہو جائے گا۔ کمیشن کی تجویز صرف طفل تسلی کے لیے ہے، تاکہ وقت ٹالا جائے اور مطالبہ کرنے والوں کو فی الحال کم از کم دس سال کے لیے چپ کرادیا جائے۔ ۱

ہماری مصیبتوں کا کوئی حل اس کے سوا نہیں ہے کہ ان دیسی انگریزوں سے کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑایا جائے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ انگریز خود تو چلا گیا ہے، مگر اس کا بھوت ہمیں چمٹ کر رہ گیا ہے۔ (رسائل و مسائل، سیّد ابوالا علیٰ مودودی، ترجمان القرآن، ج۵۹، عدد ۵، فروری ۱۹۶۳ء، ص ۳۱۰)

1 جنوری ۱۹۶۳ء میں صدر ایوب خان کی حکومت کے وزیر قانون نے اعلان کیا تھا کہ ۱۹۷۲ء میں ایک کمیشن قائم کیا جائے گا، جو اس بات کا جائزہ لے گا کہ انگریزی کے بجائے کون سی زبان متبادل ہو گی؟ یہ سوال اور اشارہ اسی پس منظر میں ہے، اور یہ ۲۰۲۳ء ہے مگر اس باب میں حالت پہلے سے بھی زیادہ بدتر ہو چکی ہے۔

اردو کی حفاظت واجب ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ

”اس وقت اردو کی حفاظت دین کی حفاظت ہے۔ اس بناء پر یہ حفاظت حسب استطاعت واجب اور اطاعت ہے اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت کرنا معصیت و موجب مواخذہ آخرت ہو گا“۔

معروف شاعر، ادیب اور نقاد جلیل عالی نے کہا اردو زبان کے بغیر چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے پاکستانی ایک دوسرے کے لیے اجنبی اور گونگے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کے درمیان رابطے اور مکالمے کا واحد ذریعہ قومی زبان اردو ہے۔ متفقہ آئین اور سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے اندرونِ ملک اردو کو قومی و عوامی ترقی میں رکاوٹ بنی انگریزی کے موجودہ مقام پر لے آئیں تو ہماری تمام دیگر پاکستانی زبانوں کے فروغ کے راستے بھی ہموار ہو جائیں گے۔ اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کا کوئی آپسی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ نام نہاد جھگڑا کھڑا کرنے والے نادانستگی میں انگریزی کی بالادستی کو مضبوط کرتے ہیں۔ ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ آخر عدالتی فیصلوں پر عمل درآمد میں مقتدر حلقوں کی کون سی مصلحتیں رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں۔

معروف بیوروکریٹ محمد اسلم الوری نے کہا کہ اصل رکاوٹ اشرافیہ کی ہٹ دھرمی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انگریزی ہی ان کی طاقت و قوت کی علامت ہے اگر قومی زبان نافذ ہو گئی تو ان کی ساری ٹھاٹ باٹ جاتی رہے گی۔ وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دستور پاکستان، عدالت عظمیٰ اور عوام الناس کی خواہشات کو پامال کر رہے ہیں۔ اس معاملہ میں حکمرانوں، عدلیہ اور نوکر شاہی کا گٹھ جوڑ ہے۔

سید ظہیر گیلانی نائب صدر تحریک نفاذ اردو پاکستان نے کہا کہ اردو ہماری قومی زبان ہے۔ ہماری ساری ملکی زبانیں بہت خوبصورت اور فصیح و بلیغ ہیں۔ لیکن اردو واحد زبان ہے جو ملک گیر سطح پر، ہر صوبے، ہر علاقے، ہر محلے، گلی، اور ہر گھر میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ تمام دانشور، ادیب، سیاست دان، صحافی اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے اردو کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ زبان ہماری مشترکہ میراث، پاکستانیت کی پہچان، اور ہمارے قومی اتفاق واتحاد کی علامت ہے

معروف ادیب محمد اسلام نشتر (سابق سربراہ شعبہ نفاذ قومی زبان، ادارہ فروغ قومی زبان) نے کہا کہ چونکہ اسلام اور اردو، ہر دو، وجۂ تخلیق پاکستان ہیں اس لیے جب تک ان کا نفاذ نہیں ہو گا ملک ترقی نہیں کر سکتا کیوں کہ پاکستان کا خمیر ان دونوں سے اٹھا ہے۔ جانے یہ حقیقت ہمارے ذی وقار حکمرانوں کو کب سمجھ آئے گی کہ اردو دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے اور ہمارا مستقبل اردو اور اردو سے وابستہ ہے۔ اردو ہمارے لیے قابل فخر ہے کیوں کہ اس نے ہمیں قوم بنایا۔ بابائے قوم کے فرامین؛

دساتیر پاکستان اور عدالت عظمیٰ 'پاکستان کے فیصلے کی بجاآوری میں ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔آئیے بحیثیت پاکستانی قومی اورانفرادی سطح پر قومی زبان کواختیار کریں تاکہ ہمارا وطن سازشوں کے گرداب سے فوری نکل سکے۔

ماہر تعلیم ڈاکٹر ساجد خاکوانی نے کہا کہ ماہرین تعلیم اور مایرین نفسیات کے مطابق انسانی تخلیقی صلاحیتیں صرف اور صرف مادری زبان میں ہی ممکن ہوسکتی ہیں کہ جس زبان میں انسان سوچتا ہے_ جب ذہن کا دو حصوں میں منقسم ہو جائے،ایک حصہ سوچنے کی کوشش کرے اور دوسرا حصہ اسے ترجمہ کرکے اظہار کی طرف پیش قدمی کرے تو تخلیقی عمل دم توڑ دیتا ہے_ یہی وجہ ہے کہ بدیسی ذریعہ تعلیم کے باعث ہماری نسل قائدانہ صلاحیتوں سے محروم ہوتی چلی جارہی ہے_ اپنی قوم کے روشن مستقبل کے لیے ضروری ہے کہ قومی زبان کورواج دیاجائے تاکہ نسل نو کے تخلیقی سوتے بارآور ہوں اور ہم ایک باوقار قیادت کی سربراہی میں ترقی کی مبازل طے کرسکیں۔

ماہر تعلیم اور تحریک نفاذاردو وسطی پنجاب کی صدر افشین شہریار نے کہا کہ حکمران اور نوکرشاہی اپنی اغراض اور غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے قومی زبان کے نفاذ میں حائل ہیں۔ ہم عوامی بیداری اور منظم جدوجہد کے ذریعے ہی قومی زبان نافذ کرواسکتے ہیں۔اپیلوں اور مراسلات کا وقت گزر چکا ہے۔

سرگودھا یونیورسٹی کی طالبہ منیبہ اسحاق: قومی زبان کی راہ میں رکاوٹ وہی ہیں جو قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں دیکھنا چاہتے۔ایسا نظام تعلیم مسلط کیاگیا ہے جس کے نتیجے میں قائدانہ صلاحیتیں جنم نہ لے سکیں اور قوم ہمیشہ غیروں کی نقالی کرتی رہے۔دوسروں کی نقل کرنے کے عادی بنی رہی رہے اور اپنے پاوں پر کبھی کھڑی نہ ہوسکے۔یہ جنگ ہے،جو ہم نے مل کر جیتنی ہے۔

رانی شاہ،صوبائی معتمد شعبہ خواتین (کے پی): اردو زبان ہمارے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کے ہمارے والدین کی موجودگی دونوں کا کام ہمیں کامیابی کے راستے پر گامزن کرنا ہے۔اشرافیہ نے قومی زبان کا راستہ روک رکھا ہے،جو عوامی قوت سے ہی حاصل

ہو گا۔ ہمیں اس پر سمجھوتہ ہر گز نہیں کرنا۔ ہم نے خیبر پختون خواہ سے مضبوط بنیادوں پر کام شروع کرر کھا ہے، کامیابی ہمارا مقدر بنے گی، {ان شاءاللہ}۔

معروف کالم نگار اور شاعر نیئر سرحدی

اردو ہماری شان ہے، اردو ہماری آن
اردو ہمارا جسم ہے، اردو ہماری جان
پچیس فروری نہیں صدیوں پہ ہے محیط!
ساری زبانوں میں فقط اردو ہے عالی شان

پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ منیبہ مختار نے کہا کہ غیر ملکی زبان مسلط کر کے طلبہ کو علم کے بجائے زبان سیکھنے پر لگا دیا ہے۔ نہ معیاری نصاب ہے اور نہ اساتذہ دستیاب ہیں۔ اشرافیہ اپنے بچوں کو مہنگے انگلش فروش اداروں پر پڑھا کر اعلیٰ عہدوں پر بٹھا دیتی ہے۔ جو طبقہ قوم پر مسلط ہے وہ عام شہری کو آگے نہیں بڑھنے دے رہا۔ یہ طبقاتی جنگ ہے، جو عوام کو اب مجبوراً لڑنا پڑے گی۔
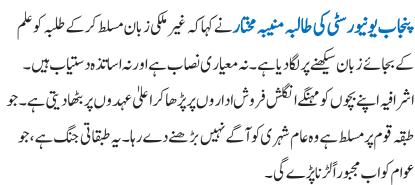
ماہر تعلیم اور پرنسپل روزینہ بٹ نے کہا کہ طالب علم کے لئے اردو اس لئے ضروری ہے کہ ترقی کرنے میں زبان اہم کردار کرتی ہے جو کہ صرف اور صرف قومی زبان ہونی چاہئے۔ جو قومیں کسی دوسری زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر علم حاصل کرتی ہیں وہ نہ صرف اپنی پہچان کھو دیتی ہیں بلکہ انکی تہذیب و ثقافت، قومی زبان کا تشخص سب مِٹ جاتا ہے۔

شاعر شہزاد منیر احمد نائب معتمد تحریک نفاذ اردو پاکستان نے کہا کہ پاکستان میں قومی زبان اردو کا نفاذ تاریخی اہمیت، سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے لازم ہے۔ پہلی دوسری نسل کے بڑوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قائدا اعظم کے فرمان کے مطابق ملک میں اردو کا نفاذ یقینی بنائیں۔

سید مشتاق حسین بخاری صدر تحریک نفاذ اردو پشاور ڈویژن نے کہا کہ پاکستان کو قائد اعظم کے وژن کے مطابق ہی چلانا چاہیے۔ جب قائد اعظم نے بار بار اردو کو قومی اور سرکاری زبان قرار دیا ہے تو پھر ملک پر انگریزی مسلط کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

محمد زبیر چوھدری نائب معتمد تحریک نفاذ اردو نے کہا کہ جو قومیں اپنی پہچان اور خودداری کو خود فراموش کر دیں وہ بدترین غلامی کا شکار ہو جاتی ہیں، افسوس ہم آزاد ہو کر بھی اسی غلامانہ سوچ کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، اردو زبان کو فراموش کر کے ہم نسلوں پر ظلم عظیم اور قومی جرم کر رہے ہیں۔ نفاذ اردو ہر خوددار پاکستانی کا مطالبہ ہے۔

عمارہ کنول نائب متعمد تحریک نفاذ اردو پاکستان برائے شعبہ خواتین: پاکستان کے ۹۸ فیصد لوگ اردو بول، لکھ پڑھ سکتے ہیں صرف ۲ فیصد انگریزی دان ہیں اقلیت کو اکثریت پر ترجیح دینا ناانصافی ہے۔ یہ پاکستانی قوم کی ضرورت اور حق ہے۔ انگریزی بائیس کروڑ پاکستانیوں کو دو طبقات میں تقسیم کرتی ہے اور پاکستانی قوم اپنے حقوق کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

پنجاب ٹیچرز یونین کے صدر چوہدری اللہ رکھا گوجر نے کہا کہ انگریزی لازمی مضمون کی وجہ سے طلبہ کی بڑی تعداد تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اگر قومی زبان میں نصاب رائج ہو جائے تو قوم کے بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکتے ہیں۔ جو بچے رٹا لگا کر ڈگری حاصل کر رہے ہی، ان کے پاس علم نہی محض ڈگریاں ہیں، جن کی وجہ سے وہ معاشرے میں کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر پاتے۔

ممتاز سماجی شخصیت افشاں کیانی کا کہنا ہے کہ ہم بچوں کو زبان سکھانے میں سولہ سال لگا دیتے ہیں، آخر پتہ چلتا ہے کہ نہ ڈھنگ سے زبان سیکھی ہے اور نہ علم حاصل کر پایا ہے۔ یوں ایک لا حاصل مشق میں ڈال کر نوجوانوں کا وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔ اگر قائد اعظم سے محبت کے نعرے

لگاتے ہیں تو قائدِ اعظم کی تعلیمات کے مطابق قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنائیں، قوم کے ساتھ مسلسل مذاق ناقابل برداشت ہو چکا ہے۔

ممتاز شاعر سید مظہر مسعود نے کہا کہ ہمارے نظام تعلیم نے ہمیں یہ دیا ہے کہ آج کے بچے اردو لکھ نہیں سکتے اور اگر انگریزی کے اجارہ داری ختم نہ کی تو آئندہ نسل اردو پڑھ بھی نہیں سکے گی۔ جس کے نتیجے میں ہم اپنے تہذیبی ورثے اور اپنی پہچان سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ مجھ ڈر ہے کہ ہم نہ انگریزی سیکھ سکیں گے اور نہ اردو اور اپنی تہذیب سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

مالاکنڈ یونیورسٹی کے طالب علم خئستہ گل خاکسار نے کہا کہ انگریزی دراصل ہماری اشرافیہ کی ذہنی غلامی اور ان کے مفادات کی وجہ سے عوام پر مسلط ہے۔ جب تک انگریزی کا تسلط رہے گا، ہم رٹا باز ڈگری ہولڈر پیدا کرتے رہیں گے۔ علم کی شمع تک جلے گی جب قومی زبان میں تعلیم دی جائے گی۔

فریال اوز گل، میرے خیال سے جو انتہائی اہم عنصر ہے وہ قومی زبان اُردو کا نفاذ اور اس کا فروغ ہے۔ اگر ہم ترقی کی راہوں پر گامزن ہونا چاہتے ہیں، وطنِ عزیز کے بقا کے لیے سر گرم ہیں تو اُردو زبان کا دفاع اور فروغ ہمارا اولین فریضہ ہے۔ جہاں وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے تو قومی زبان سے محبت بھی لازم و ملزوم ہے۔ زبان کسی بھی قوم کی ترجمان ہوتی ہے۔ زبان ہی تو ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے ادبی ورثے، اسلامی تعلیمات اور وطنِ عزیز کے لیے ہونے والی انتھک جدوجھد کی لازوال داستان تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

صبا ناصر سابق صدر تحریک نفاذ اردو کراچی (شعبہ خواتین):

پچھتر سال گزر جانے کے باوجود ملک اپنی ہی قومی زبان اردو سے محروم رہا جس کی سب سے بڑی وجہ نوکر شاہی یہ اشرافیہ ہے جو نہیں چاہتے کہ غریب ان کے برابر آ بیٹھے ملک میں مساوات قائم ہو اسی لیے ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں انگریزی کا جبری تسلط ہے ہمارے لائق فائق بچوں کو انگریزی زبان سیکھنے پر مجبور کر دیا گیا ہے وہ چارو ناچار انگریزی

کے تسلط کو برداشت کر رہے ہیں ہمارے بچوں کی تخلیقی صلاحیتیں اسی انگریزی کے جبری تسلط کے نیچے دب کر دم توڑ چکی ہیں وہ رٹے لگا کر امتحانات پاس کر کے اگلی جماعت میں تو پہنچ جاتے ہیں اور بڑی بھاری بھر کم ڈگریاں بھی حاصل کر لیتے ہیں مگر یہی بچے تخلیقی صلاحیتوں سے محروم ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اب تک سوئی سے لے کر جہاز تک سب بیرونی ممالک کے بنائے ہوئے استعمال کرتے ہیں ملک کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی انگریزی کا جبری تسلط ہے پچھتر سال میں جتنی حکومتیں قائم ہوئیں سب ہی ملک میں اردو نافذ نا کر کے ملک و قوم کے مجرم ہیں مزید یہ کہ عدالتی فیصلے اور آئین کو نظر انداز کر کے توہین عدالت کے مرتکب ہیں۔

سحر، میانوالی: اردو پاکستان کی قومی زبان ہوتے ہوئے زبوں حالی کا شکار ہے کیونکہ ابھی تک یہ زبان پوری طرح نافذ نہیں ہو سکی۔ نفاذِ اُردو سب سے پہلے آتا ہے، جب تک اردو زبان نافذ نہیں ہو گی تب تک کوئی بھی اسے اہمیت نہیں دے گا۔ اس وقت کم و بیش پورے ملک میں انگریزی زبان کا راج ہے جو کہ ہم پر زبردستی مسلط کیا گیا ہے اور یہ بات ہمارے طلبا کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات یہ غیر ملکی زبان ذہنی اذیت کا باعث بنتی ہے اور طلبا کو عجیب کوفت کا شکار کر دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے تعلیمی کریئیر پر صحیح توجہ نہیں دے پاتے اور زندگی میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

صفا خالد (صدر تحریک نفاذ اردو شعبہ خواتین فیصل آباد): ہر ملک چاہے وہ جاپان ہو، چاہے چین، چاہے سعودی عریبیہ یا پھر فرانس یا چاہے نقشہ اٹھا کے کسی بھی ملک میں رائج نظام و قوانین کا مطالعہ کیا جائے وہاں اس خطے کے باشندے اپنے ملک کے قوانین کے تحت عبادات کرتے اور اپنی ہی زبان بولتے نظر آئیں گے۔ مگر پاکستان وہ واحد ملک بنتا جا رہا ہے جہاں عبادات سے لے کر زبان تک مغربی رنگ اوڑھے نظر آ رہی ہے۔ کیا یہ صورتحال پاکستان کی مجموعی شناخت اور اس کی ساخت کے لیے خطرہ محسوس نہیں ہو رہی ہے؟ بالکل یہ تمام سوالات اس وقت ہر محبِ الوطن پاکستانی شہری کی زبان پہ ہیں۔ ان تمام سوالات کے جواب اگر عملی میدان کا حصہ بن جائیں تو ہم اس سے کٹھن اور گھمبیر صورتِ حال سے نکل سکتے ہیں۔

آئمہ درانی، صدرِ تحریک نفاذِ اردو شعبہ خواتین ضلع جہلم: اول تو یہ کہ قومی زبان کا مطلب ایسی زبان ہو جو ساری قوم کو یعنی سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی کو آپس میں جوڑتی ہے تو آپ کو کیا لگتا ہے جب کوئی ایک ایسی زبان جو یہ سب سمجھتے ہیں ناپید ہو جائے تو ملک میں امن و سلامتی کا قیام ممکن ہو گا؟ یا

کبھی آپسی رابطہ کا قیام پرامن طریقے سے کیا جا سکے گا؟ یقیناً نہیں۔ رکاوٹ وہی لوگ ہیں جو قوم کو متحد نہیں ہونے دے رہے اور قوم کو ٹکڑوں میں بانٹ کر اپنا مقصد حاصل کر رہے ہیں۔

ثروت اقبال (کراچی): قومی زبان کے نفاذ کے بغیر قوم ترقی نہیں کر سکتی، اس کام کا آغاز تعلیمی اداروں سے کرنا ہوگا۔ اساتذہ کی بڑی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اردو پوری توجہ اور اہتمام سے پڑھائیں۔ اردو محض ایک زبان نہیں بلکہ ایک پوری تہذیب ہے، اردو سیکھنے کے دوران ہی طلبہ اپنا دین، اپنی تہذیب، اپنی اقدار اور اپنی پہچان سیکھ لیتے ہیں۔ انگریزی کے ذریعے فرنگی تہذیب کا نفوذ سب کے لیے باعث تشویش ہونا چاہیے لیکن محسوس یہ ہو رہا ہے کہ ارباب دانش اس پر توجہ نہیں دے رہے، جو زیادہ خطرناک پہلو ہے۔

پارس کلثوم (کراچی): قومی زبان کا نفاذ قوم کے لیے شہ رگ کی مانند ہے تاہم اس کی حفاظت اساتذہ کرام کے ہاتھ میں ہے۔ جو جس دلچسپی اور محبت سے نئی نسل کو اردو پڑھائیں گے، اس نسبت سے نئی نسل قومی زبان سے وابستہ ہوگی۔ اردو کو قومی وقار اور قومی پہچان کی علامت کے طور پر پڑھانا ضروری ہے۔

اقراء حسن {چیچہ وطنی} کا کہنا ہے کہ قومی زبان کے نفاذ میں ایک رکاوٹ خود عوام ہیں، جو انگریزی تسلط پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ انہیں اندازہ ہی نہیں کہ ان کی نسلوں کو کس طرح انگریزی کی تلوار سے قتل کیا جا رہا ہے۔ ہمیں عوام کو آگاہی دینی ہے، جس کے لیے ہر کارکن کو دن رات ایک کرنا ہوگا۔ میڈیا کی طاقت کو استعمال کریں۔ اشرافیہ سرکاری ذرائع استعمال کر رہی ہے عوام کو سوشل میڈیا کی طاقت سے یہ جنگ لڑنا ہوگی ورنہ ہماری پہچان مٹ جائے گی۔

سلیم کے۔ کے۔ گوجر ضلع وہاڑی کا کہنا ہے کہ اشرافیہ اپنے بچوں کو افسر اور عوام کو بچوں کو مزدور رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے عوام کو اپنی نسلوں کی بقاء کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ ۱۹۴۷ء میں گورے انگریزوں سے نجات ملی تھی وہ ورثے میں ہمیں کالے انگریز دے گئے ہیں، جو ان سے بھی زیادہ سفاک ہیں۔ اب انگریزی تسلط کے خلاف جدوجہد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

خالد یوسف وکیل عدالت عالیہ اسلام آباد: اردو کو سرکاری، دفتری، عدالتی اور قانون سازی کی زبان کے درجے سے دور رکھنا دراصل ننانوے فیصد عوام کو قومی امور سے دور رکھنا ہے تاکہ ایک فیصد طبقہ اس نظام اور ملک کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھ سکے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ عام پاکستانی کا بچہ ان کے بچے کے مقابلے میں کھڑا ہو سکے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان کے مرکزی عہدیداروں کا اعلان کر دیا گیا

اسلام آباد۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان کے مرکزی ذمہ داران سیشن ۲۰۲۳-۲۵ کا اعلان کر دیا گیا۔ صدر عطاالرحمن چوہان، سنیئر نائب صدر سید ظہیر گیلانی [اسلام آباد]، نائب صدر جناب عامر شریف [پنجاب]، نائب صدر جناب حنیف کاکڑ [بلوچستان]، نائب صدر ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری [سندھ] نائب صدر [خواتین] محترمہ فرخندہ شمیم، معتمد عام سید مطاہر علی زیدی، معتمد اضافی، جناب نمیر حسن مدنی، معتمد اضافی جناب شہزاد منیر احمد، معتمد اضافی [خواتین] محترمہ رانی شاہ [مالاکنڈ]، نائب معتمد جناب خالد یوسف ایڈووکیٹ ہائی کورٹ [اسلام آباد]، نائب معتمد عام چوہدری محمد زبیر [جہلم]، نائب معتمد عام قاضی محمد مبارک ایڈووکیٹ [راولپنڈی]، نائب معتمد ضیاالله خان یوسفزئی، نائب معتمد [خواتین] عمارہ کنول [گوجرخان]، معاون معتمد عام عبدالرحمن عظیم [آزاد کشمیر]، ناظم اطلاعات ونشریات سید مظہر مسعود، نائب ناظم اطلاعات ونشریات محترمہ شیریں سید، ناظم مالیات محمد بلال رشید، ناظم امور تربیت دفتری سید اویس لطیف، ناظم ویب گاہ حافظ محمد عامر [لیہ]

تحریک نفاذ اردو صوبہ خیبر پختونخواہ کی تنظیم نو

صدر تحریک نفاذ اردو پاکستان نے صوبہ پختونخواہ کے لیے درج ذیل عہدیداروں کی دو سالوں (۲۰۲۳ اور ۲۰۲۴) کے لیے تقرر کی منظوری دی ہے۔

نمبر شمار	عہدہ	نام	فون نمبر
1	صوبائی سرپرست اعلی	ناصر علی سید	03005821433
2	صوبائی صدر	سید مشتاق حسین بخاری	03319173017
3	سنئیر نائب صدر	روشن خٹک	03339849492
4	نائب صدر	شیر ولی خان اسیر	03409313809
5	نائب صدر	محمد اسحاق وردگ	03459048908
6	نائب صدر	پروفیسر ڈاکٹر سید شبیہ الحسن نقوی	03339202630
7	نائب صدر	افضال حیدر نیر	03459224346
8	صوبائی معتمد اعلیٰ	عدنان نوید بابر ایڈوکیٹ	03009011011
9	نائب معتمد صوبائی	سید اکرام حسین شاہ	03459383802
10	نائب معتمد	محمد بلال خواجہ	03439095900
11	ناظم اطلاعات	مدثر زیب	03005947012
12	معتمد مالیات	محمد نصیر قریشی	03219186483
13	ناظم سماجی ابلاغ	احمد جمال جان	03459036870

عہدیداروں نے اپنا منصب سنبھال کر سرگرمیوں کا آغاز کر دیا ہے۔امید ہے کہ تنظیم نو کے بعد صوبے میں نفاذ قومی زبان کی سرگرمیاں مزید بہتر انداز میں جاری رہیں گی۔اس کے علاوہ خیبر پختونخواہ میں شعبہ خواتین اور اضلاع کے عہدیداروں کا تقرر بھی مکمل ہو چکا ہے۔

تحریک نفاذ اردو صوبہ خیبر پختونخواہ کے اضلاع کی تنظیم نو

صدر تحریک نفاذ اردو پاکستان نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے درج ذیل عہدیداروں کی تقرری کی منظوری دی ہے۔

صدر ضلع چارسدہ: تسبیح اللہ ایڈووکیٹ	معتمد عام/سیکرٹری: ڈاکٹر عبدالرحمن
صدر تحصیل چارسدہ: ڈاکٹر سید آفتاب	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر ثناءاللہ
صدر تحصیل تنگی: ڈاکٹر اسد اللہ	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر عزیز اللہ
صدر تحصیل شبقدر: ڈاکٹر مصباح اللہ	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر عظمت شیر
صدر تحصیل نوشہرہ: ڈاکٹر ارشد فاروق	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر جان عالم
صدر تحصیل مردان: ڈاکٹر افتخار علی	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر خان زیب
صدر تحصیل باجوڑ: ڈاکٹر وکیل خان	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر حبیب خان
صدر تحصیل دیر: جناب حبیب اللہ	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: جناب سلیمان شاہ
صدر تحصیل مہمند: ڈاکٹر فاروق احمد	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر محمد فیاض
صدر تحصیل صوابی: جناب بخت شاہ	معتمد عام/سیکرٹری جنرل:
صدر تحصیل کوہاٹ: ڈاکٹر عمر خان	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: جناب ناصر خان
صدر تحصیل مالاکنڈ: مولانا مراد علی	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر اسد گل
صدر ضلع اپر چترال صدر: جاوید حیات	معتمد عام: ذاکر محمد زخمی
صدر ضلع چترال: عنایت اللہ اسیر	معتمد عام: ------
صدر ضلع کرک: عبدالودود خٹک	معتمد عام: ------

دیگر اضلاع میں تنظیم سازی کا عمل جاری ہے، حتمی ہوتے ہی ناموں کا اعلان کر دیا جائے گا۔

شعبہ خواتین صوبہ خیبر پختونخواہ

صوبائی صدر: ڈاکٹر سیما شفیع

صدر ضلع باجوڑ: محترمہ صباء گل	معتمد عام/سیکرٹری: محترمہ شمع گل
صدر ضلع مہمند: محترمہ مہرین قادر	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: محترمہ ثناء نثار
صدر ضلع نوشہرہ: محترمہ سویرا حبیب	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: محترمہ اقراء بی بی
صدر ضلع مردان: ڈاکٹر سمعیہ جمال	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر نیلم
صدر ضلع ڈیرہ اسمعیل خان: محترمہ روزینہ اکرام	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: محترمہ ثناء بی بی
ضلع چارسدہ: صدر: ڈاکٹر حیا خان	معتمد عام/سیکرٹری: ڈاکٹر ماریہ گل
صدر تحصیل ٹنگی: ڈاکٹر اسماء خان	معتمد/سیکرٹری جنرل: ڈاکٹر ارم ناز
صدر تحصیل چارسدہ: محترمہ مہر النساء	معتمد عام/سیکرٹری جنرل: محترمہ ماہ نور
صدر تحصیل شبقدر: محترمہ صباء	معتمد عام/سیکرٹری: محترمہ بشریٰ

تنظیم سازی تحریک نفاذ اردو پاکستان، وسطی پنجاب

صدر وسطی پنجاب	افشیں شہریار
نائب صدر	محمد رفیق بھٹی
صدر لاہور ڈویژن	عمران یوسف
صدر ضلع لاہور	عمران یوسف

پنجاب کے دیگر اضلاع میں تنظیم نو کا عمل جاری ہے، مکمل ہوتے ہی اعلامیہ جاری کر دیا جائے گا۔

تنظیم سازی تحریک نفاذاردو پاکستان، ضلع لیہ

صدر تحریک نفاذاردو پاکستان نے ضلع لیہ کے درج ذیل عہدیداروں کی تقرری کی منظوری دی ہے۔

صدر جناب جعفر حسین

سنیئر نائب صدر جناب شاہد ضیاء نائب صدر اول چودہری ابرار حسین نائب صدر دوم: جناب غلام عباس

نائب صدر سوم جناب رحمت اللہ نائب صدر چہارم جناب قیصر چودہری

معتمد عام جناب مختار حسین بھٹی

معاون معتمدین: ۱۔جناب محمد آصف ۲۔جناب نعیم جعفر ۳۔جناب میثم رضا، ۴۔رانا نوید رضا

ناظم سوشل میڈیا: جناب صابر حسین

ناظم اطلاعات و نشریات: جناب کوثر عباس شاہ

ناظم مالیات: جناب ظہور حسین خان

ناظم شعبہ اساتذہ جناب محمد شریف بھٹہ

ناظم شعب اساتذہ [کالجز] پروفیسر مختار حسین

ناظم شعبہ علماء و مدارس: مولانا غلام قاسم

ناظم شعب طلبہ جناب اعجاز صدیق

ناظم شعبہ طلبہ مدارس جناب سفیان امجد

ناظم شعب وکلاء جناب مرزا عرفان بیگ

ناظم شعب صنعت و تجارت: جناب محمد حسین

ناظم شعبہ ٹریڈیونینز [مزدور، سرکاری و نجی ملازمین]: جناب محمد علی شاہی

ناظم شعبہ علم و ادب: جناب خدا بخش ناصر

ناظم شعبہ دستخطی مہم: سید عدیل عباس شاہ

صدر ضلع لیہ نے تحریک نفاذاردو پاکستان کے تنظیمی ڈھانچے کے مطابق تمام شعبہ جات کے ذمہ داران کا انتخاب کیا ہے۔امید ہے وہ شعبہ جاتی تقسیم کار کے مطابق ضلع میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔یہ ترتیب سارے اضلاع کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، سارے اضلاع میں اسی ترتیب سے ہر شعبہ کے ذمہ دار کا تقرر کیا جانا چاہیے تاکہ ہر شعبہ میں منصوبہ کے مطابق کام کیا جاسکے۔

نفاذ قومی زبان کا لائحہ عمل

ہم نفاذ قومی زبان کے لیے حکومت پاکستان کو اردو کو سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم کے طور پر نافذ کرنے کے لیے قائل کرنے کے لیے درج ذیل لائحہ عمل اختیار کر رہے ہیں۔

ا۔ عوام کی حمایت حاصل کرنا۔

اردو کو سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم کے طور پر نافذ کرنے کے لیے عوام سے حمایت حاصل کرنا ضروری ہے اور عوام کی طرف حکومت کو درخواستیں دینا، ریلیاں اور دیگر عوامی مظاہروں کا اہتمام کرنا شامل ہے۔

۲۔ سیاست دانوں اور حکومتی اداروں سے رابطہ۔

وفاقی، صوبائی اور ضلع سطح پر سیاست دانوں اور سرکاری اداروں وافسران کے ساتھ براہ راست ملاقاتیں، خطوں، فون کال کر کے متوجہ کیا جانا چاہیے تاکہ سیاستدانوں اور سرکاری اداروں تک مسلسل عوامی رائے پہنچتی رہے۔ انہیں اپنا نکتہ نظر بتانا اوران کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا بہت مفید ثابت ہوگا۔

۳۔ سوشل میڈیا کا استعمال۔

سوشل میڈیا آج کے دور کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ پاکستان میں ۱۲ کروڑ سے زائد افراد سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں۔ عوام، حکمرانوں اور پالیسی سازوں تک پیغام پہنچانے کا موثر ترین ذریعہ یہی ہے۔ اسے مزید منظم اور پیشہ وارانہ انداز میں اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ تحقیق۔

اردو کو سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم کے طور پر استعمال کرنے کے فوائد پر ٹھوس تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں قومی زبان اردو کے نفاذ کے فوائد اور انگریزی زبان کے تسلط کے نقصانات پر تحقیقی دلائل حکومت کے سامنے ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں، جس سے حکمرانوں اور پالیسی سازوں کو قائل کرنے میں آسانی ہوگی اور وہ اس سے انکار بھی نہیں کر سکیں گے۔ عوامی آگاہی کے لیے بھی تحقیقی مواد موثر ہتھیار ہے۔

۵۔ گروپوں اور تنظیموں سے اتحاد۔

معاشرے میں جو گروہ اور تنظیمیں نفاذ قومی زبان سے متفق ہیں، ان سے تعاون حاصل کر کے تحریک کو مزید موثر بنایا جاسکتا ہے۔ ان میں ادبی تنظیمیں، اساتذہ، طلبہ، علماء، مزدور اور تاجر تنظیموں سے تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔

تحریک نفاذِ اردو پاکستان

۲۵ فروری یوم قومی زبان

سید ظہیر گیلانی (اسلام آباد)

۲۵ فروری ۱۹۴۸ء ایک تاریخ ساز دن ہے۔ یہ دن پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم پیش رفت اور تحریک پاکستان کے مقاصد کی تکمیل میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان کے دوران کیے گئے وعدے پر عمل کرتے ہوئے اردو کو پاکستان کی قومی زبان بنانے کا فرمان جاری فرمایا اور اس طرح انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد انگریزی کی بالادستی اور انگریزی کی ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا اہتمام کر دیا۔

قائد اعظم انگریزی زبان کے ماہر تھے۔ ان سے بہتر انگریزی زبان سمجھنے، لکھنے اور بولنے والے برطانوی ہندوستان میں کم ہی نظر آتے تھے۔ برطانوی سامراجی دور میں انگریزی میں مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن بحیثیت قومی راہنما اور تحریک پاکستان کے قائد ہونے کی حیثیت سے وہ اردو کی قومی اہمیت سے کما حقہ آگاہ تھے اور ایک آزاد ملک کے لیے سامراجی زبان کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ کی بنیاد ہی اسلام اور اردو زبان ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انتہا پسند ہندو اور انگریز مسلمانوں کے شناخت مٹانے کے لیے اردو کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لیے انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران بار بار اردو کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا اور قوم کو اردو کے تحفظ کے لیے تیار کیا۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے خطبہ صدارت میں حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قوم کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ان کی سیاسی قوت کو تباہ کرنے کے لیے اردو کو مٹایا جا رہا ہے۔ اور اس کے بجائے ایک ایسی زبان کو ہندوستان کے عوام کی زبان بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جو سنسکرت کی آمیزش سے تیار کی گئی ہے۔"

۱۹۳۹ء میں مرکزی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے قائد اعظم نے اردو دشمن قوتوں کو للکارتے ہوئے فرمایا:

"ہندو اسلامی ثقافت و تہذیب اور اردو کو مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ لیکن میں ان کو خبردار کرتا ہوں کہ ہم مرتے مر جائیں گے لیکن اسلامی تہذیب و ثقافت اور اردو زبان تباہ نہیں ہونے دیں گے۔"

جناب پروفیسر ڈاکٹر مزمل حسین صاحب ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی کونسل کے اجلاس کے ضمن میں ایک دلچسپ واقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سر فیروز خان نون نے (کونسل کے اجلاس میں) اپنی تقریر انگریزی میں شروع کی تو ہر طرف سے شور و غل ہوا اردو، اردو۔ اس سے مجبور ہو کر انہوں نے کچھ جملے اردو زبان میں ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد پھر

انگریزی بولنے لگے۔ اس پر پھر اردو اردو کا شور وغل ہوا۔ تب آپ نے فرمایا کہ مسٹر جناح بھی تو انگریزی میں تقریر کرتے ہیں۔

یہ سن کر قائد اعظم اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صاف الفاظ میں فرمایا:

"سر فیروز خان نون نے میرے پیچھے پناہ لی ہے۔

لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کی زبان اردو ہوگی۔"

ممتاز دانشور، محقق، ماہر لسانیات اور نقاد پروفیسر غازی علم الدین صاحب قومی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق کتاب "اردو کا مقدمہ" میں رقمطراز ہیں کہ:

"ہر زبان کے ساتھ متعلقہ قوم کی تہذیب و تمدن اور تاریخ وروایات وابستہ ہوتی ہیں۔ ہر ملک کی قومی زبان اس کے قومی تشخص کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ قومی زبان اور قومی تشخص میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔"

پاکستان میں ستر سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ خوش قسمتی سے ان زبانوں کا رسم الخط ایک ہی ہے۔ حروف تہجی بھی ملتے جلتے ہیں۔ ہماری ملکی زبانیں دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔

اردو سمیت ان سب زبانوں میں بہت سے الفاظ بھی مشترک ہیں۔ مگر اپنی تمام تر توانائیوں اور خوبصورتیوں کے باوجود اردو کے سوا کوئی زبان بھی ملک گیر سطح پر رائج نہیں۔ اردو ہورے ملک میں رابطے کی زبان ہے۔ اس زبان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ کسی ایک صوبے کی زبان نہیں۔ لیکن سب صوبوں، کشمیر اور شمالی علاقوں کے لوگ اردو کے زریعے ہی آپس میں رابطہ رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ قومی مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ اردو زبان قومی یکجہتی اور اتفاق واتحاد کی علامت ہے۔

پروفیسر غازی علم دین صاحب نے بلکل صحیح فرمایا کہ:

پاکستانی زبانوں کی ترقی اردو ہی کی ترقی ہے کیونکہ پشتو، سندھی، پنجابی اور اردو سب ایک ہی تہذیبی روایت کی زبانیں ہیں۔۔۔۔۔پاکستان کی علمی وادبی روایت شمال سے جنوب تک ایک ہے۔ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ یہاں کسی ایک زبان کا فروغ کسی دوسری زبان کو نقصان پہنچائے"

اردو ہماری قومی زبان ہے۔ ہماری ساری ملکی زبانیں بہت حسین، میٹھی اور پیاری ہیں۔ ہمیں بہت عزیز ہیں۔ سب کی ترقی کی کوشش ہم سب پر لازم ہے۔ لیکن اردو واحد زبان ہے جو ہر پاکستانی کی زبان ہے۔ قومی زبان اردو

، ہر صوبے، ہر علاقے، ہر محلے، گلی، اور ہر گھر میں سمجھی جاتی ہے۔ تمام دانشور، ادیب، سیاست دان، صحافی اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے اردو کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ زبان ہماری مشترکہ میراث، پاکستانیت کی پہچان، اور ہمارے قومی اتفاق واتحاد کی علامت ہے۔

اردو کو قائداعظم کے فرمان کے مطابق آئین پاکستان نے قومی زبان بنایا۔ اور عدالت عظمیٰ پاکستان نے اس کے فوری نفاذ کا حکم دے رکھا ہے۔ لیکن ہماری حکومتیں اپنی آئینی زمہ داریاں نہیں نبھا سکیں اور نہ ہی عدالتی حکم کی تعمیل کر سکیں۔ یہ بلاشبہ مجرمانہ غفلت ہے۔ حکومت وقت کو اس زمہ داری کو ضرور پورا کرنا چاہیے ورنہ عوام اور حکومت میں انگریزی کی خلیج حائل رہے گی۔ عوام اور حکومت ایک صفحہ پر نہ

ہوں تو ملکی ترقی اور سماجی تبدیلی ناممکن اور قومی وحدت خطرے میں رہتی ہے۔

۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اردو کو قومی زبان بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔اس لیے ہر سال ۲۵ فروری کو یوم قومی زبان منایا جاتا ہے۔بطور پاکستانی ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اس دن کو جوش و خروش سے منائیں اور حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ اس دن قومی زبان اردو کے سرکاری زبان بنانے اور تمام شعبوں میں مکمل نفاذ کا حکم نامہ جاری کر کے پاکستان کے عوام سے یکجہتی،اور آئین و قانون کی بالادستی کا مظاہرہ کرے

تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کو زبان اردو نے دی۔اب آزادئ کشمیر کی جدوجہد کی زبان اردو ہے۔کشمیر اور پاکستان کے تمام لوگوں اور راہنماوں نے یکجہتی کشمیر کے لیے تمام بیانات اردو میں دیےٴ اور تمام تقاریر اردو میں کی گئیں۔صدر پاکستان اور وزیراعظم آزاد کشمیر نے مقبوضہ کشمیر کے کشمیریوں سے اظہارِ یکجہتی اردو زبان میں کر کے ثابت کیا ہے کہ قومی اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کے لیے قومی زبان اردو ناگزیر ہے۔اردو کو سرکاری زبان بنائے بغیر نہ ہم کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کر سکتے ہیں اور نہ اپنے عوام کے ساتھ۔اردو کے نفاذ کے لیے نہ تو کوئی آئینی رکاوٹ ہے نہ قانونی مسئلہ۔صرف ایک انتظامی آرڈر کی ضرورت ہے۔پھر کون ہے جو وزیراعظم پاکستان کو نفاذ اردو کا حکم نامہ جاری کرنے سے روکے ہوئے ہے۔وزیراعظم کو ایسے افراد اور گروہوں سے جلد از جلد نجات حاصل کر لینی چاہیے کیونکہ ایسے لوگوں کی وجہ سے لوگ سیاست اور حکومت سے بدزن ہوتے جا رہے ہیں اور ترقی ایک خواب گم گشتہ بنتی جا رہی ہے۔ابھی بھی وقت ہے جناب وزیراعظم صاحب اردو کا مکمل نفاذ کر کے عوام کے دل جیت لیں۔یاد رہے کہ آپ کی پارٹی کی حکومت نے 2015 میں عدالت عظمیٰ کو اردو کے نفاذ کی یقین دھانی کرائی تھی۔اسکی کھلی خلاف ورزی پر کسی بھی وقت آپ لوگوں پر توہین عدالت کی سزا جاری ہو سکتا ہے۔

اردو تو عوام کی زبان ہے، قوم کی زبان ہے، قومی زبان ہے۔اگر آپ نے قوم کی توہین جاری رکھی تو قومی غیض و غضب کا سامنا موجودہ و سابق سب حکمرانوں کو کرنا پڑے گا۔

اللہ کرے کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں، عوام کو ناراض کرنے کے بجائے ان کے جذبات، مطالبات اور ضروریات کا خیال کریں۔نفاذ اردو ایسا اقدام ہے جس میں نہ کوئی آئینی و قانونی رکاوٹ ہے۔اور نہ کسی سے قرضہ لینے کی ضرورت۔ایک حکم جاری کریں اور عوام کا دل جیت لیں۔

قومی زبان کا نفاذ فرض بھی ہے اور قرض بھی

کیا اردو میں سی ایس ایس نہیں ہو سکتا؟

آصف محمود، روزنامہ ۹۲ نیوز

سی ایس ایس کا ایک پرچہ سوشل میڈیا پر گردش کر رہا ہے۔ یہ اصل میں فکری افلاس کا ایک شاہکار ہے۔ سماج کو احساس کمتری اور مرعوبیت نے جکڑ نہ رکھا ہوتا تو اس پرچے میں پنہاں فکری افلاس پر سنجیدہ گفتگو شروع ہو چکی ہوتی۔ لیکن ہمارے ''مقامی جنٹل مین'' چند دنوں سے اقوال زریں پر مشتمل اس دستاویز جہالت پر یوں سخن آرا ہیں کہ گویا سماج پر کسی نولود آفاقی صداقت نے ظہور کیا ہے۔ لارڈ میکالے کی تیار کردہ اس فکری اقلیت کی اچھل کود دیکھ کر میں سوچ رہا ہوں کیا سی ایس ایس کا امتحان اردو میں نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ گوارا کیا جانا چاہیے کہ محض ایک زبان کی وجہ سے ملک میں طبقاتی تقسیم پیدا کر دی جائے؟ یہ رد عمل کی کیفیت میں جنم لینے والا سوال نہیں، یہ پوری شعوری کیفیت میں اٹھایا گیا سوال ہے جس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔ زبان کیا ہے؟ محض ابلاغ کا ذریعہ۔ جن دنوں میں انگریزی ادب میں ماسٹرز کر رہا تھا، میرا بھی یہی خیال تھا کہ اس زبان جیسی تو کوئی زبان ہی نہیں۔ یہ غلط فہمی مگر ہمارے اساتذہ ہی نے دور کر دی اور اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ زبان ابلاغ کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ زبان سیکھیے اور پڑھیے مگر غیر ضروری مرعوبیت کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں۔ انگریزی آنی چاہیے، یہ ضروری ہے لیکن اس کا استعمال بھی اتنا ہی ہونا چاہیے جتنی یہ ضروری ہے۔ محض انگریزی زبان پر عبور ہونا قابلیت کا معیار بنا دینا ایک بیمار نفسیات ہے اس سے نکلنے کی ضرورت ہے اور اس کا آغاز افسر شاہی سے ہی ہونا چاہیے جو آج بھی ملکہ وکٹوریہ کے زمانے کے اصولوں کو آخری آفاقی صداقت سمجھ کر گلے سے لگائے ہوئے ہے۔ پاکستان کے اہم ترین مناصب پر فائز رہنے والوں سے کبھی ملاقات ہوتی ہے اور جب وہ ایک شان بے نیازی سے کندھے اچکا کر فرماتے ہیں کہ آصف صاحب ہماری اردو اچھی نہیں تو گھن آنے لگتی ہے۔ یہ جملہ قسم کی افسر شاہی اردو نہ آنے کا یہ اعتراف بظاہر تو ایک کمزوری کے طور پر کر رہی ہوتی ہے لیکن ایسا کرتے وقت ان کی آنکھیں احساس تفاخر سے جگ مگ کر رہی ہوتی ہیں کہ ہم روئے زمین پر افضل لوگ ہیں اور ہمیں عام اردو میڈیم پاکستانی جیسا نہ سمجھا جائے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب ہندوستان پر قبضہ کیا تو تمام زبانیں متروک قرار دیتے ہوئے علم و فضیلت کا معیار صرف انگریزی کو قرار دے دیا۔ نظام تعلیم اور نظام قانون ہر دو کے خالق لارڈ میکالے تھے۔ لارڈ صاحب کی فکری جہالت اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ ان کا دعوی تھا کہ عربی، اردو، فارسی اور دیگر تمام زبانوں میں آج تک جو لکھا گیا ہے اس کی حیثیت انگریزی زبان کی کسی لائبریری کے ایک شیلف میں رکھی چند کتابوں سے بھی کم ہے۔ میکالے نے لکھا کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے زمانے میں تمام کارآمد علوم کا ترجمہ انگریزی میں کیا جا چکا ہے اور اب انگریزی کے سوا ہر زبان فرسودہ ہے۔ یہ دعوی جہالت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ کوئی زبان برتر نہیں ہوتی، نہ ہی کوئی زبان کمتر ہوتی ہے۔ یہ سب زبانیں ایک دوسرے کی معاون ہوتی ہیں اور انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہوتی ہیں۔ خود انگریزی کی ترقی میں دیگر زبانوں کا بڑا کردار ہے۔ مسلمانوں کے فکری کام کا اور ان کے ہوئے یونانی تراجم کا لاطینی میں ترجمہ ہوا اور یہ ترجمہ جب یورپ میں پڑھا گیا تو یہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ قرار پائی۔ یورپ نے ایسی فکری بددیانتی کی کہ تراجم کرتے وقت بعض نمایاں اہل علم نے مسلمانوں کا کام اپنے نام سے شائع کر دیا۔ اب یہ

واردات چھپی نہیں رہی اور ساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے۔ فلکیات کے سب سے بڑے مغربی ماہر نکولس کوپر نیکوس کی تحقیق، اب معلوم ہو چکا ہے کہ اصل میں جابر بن سنان البتانی کی تحقیق ہے۔ کوپر نیکوس کی ایک اور تحقیق نصیر الدین طوسی کا کام تھا۔ چنانچہ اب اسے طوسی سے کہتے ہیں۔ کوپر نیکوس Tusi Couple منسوب کرتے ہوئے نے ریاضی کے جو اصول وضع کیے یہ اصل میں موید الدین اردی العامری کی تحقیق تھی۔ چاند کی حرکیات کا سارا کام یورپ کے اس سب سے بڑے سائنسدان نے ابوالحسن علاوالدین (ابن الشاطر) کا چوری کیا تھا۔ ریاضی کے اصول فیبوناچی نے خوارزمی کے چوری کیے تھے۔ نکولاوس کی کتاب نورالدین بطروجی کا سرقہ نکلی۔ رائمنڈ لولوس کی ایک یا دو نہیں پوری بیس کتابیں مسلمانوں کی کتابوں کا سرقہ نکلیں۔ میگنس البرٹس نے ابن رشد پر ہاتھ صاف کیا۔ اس ساری علمی بد دیانتی کے بعد دعوی یہ کیا گیا کہ ہمارا ایک شیلف باقی تمام زبانوں کی تمام کتابوں پر بھاری ہے۔ ایسٹ انڈیا کے دور میں جو مقامی جنٹل مین تیار کیے گئے، انہی کو 1858 کے بعد دھیرے دھیرے ملکہ وکٹوریہ کی افسر شاہی میں شامل کیا گیا۔ یہ افسر شاہی فکری طور پر اس بات کی قائل تھی کہ انگریزی زبان جیسی زبان کوئی نہیں، انگریزی قانون جیسا قانون کوئی نہیں اور انگریزی تہذیب کے ہم پلہ کوئی تہذیب نہیں۔ ان میں سے کسی کی والدہ محترمہ کا بچپن شیکسپیئر کی نانی اماں کے ساتھ نہیں گزرا تھا لیکن یہ اردو میں بات کرنا آج بھی شرف انسانی کی توہین سمجھتے ہیں۔ (یہ الگ بات کہ انگریزی انہیں آتی نہیں اور یہ مقامی نوعیت کے اینگلو وائو معدولہ بنے پھرتے ہیں)۔ جہاں ضروری ہو انگریزی بولنی چاہیے لیکن کیا انگریزی کو ایک غیر ضروری بوجھ کی صورت معاشرے کی کمر پر لاد دینا چاہیے؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر سبزی فروشوں اور تنور والوں کو انگریزی زبان میں حکم نامے جاری کر رہا ہو؟ کیا یہ کام اردو میں نہیں ہو سکتا؟ زبان کی بنیاد پر طبقاتی تقسیم پیدا کرنا تو نہ صرف جرم ہے بلکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں ایک سنگین جرم بھی ہے۔ معاشرے میں شرح خواندگی کیا ہے؟ قریب نصف آبادی ناخواندہ ہے۔ اس معاشرے میں سی ایس ایس کا امتحان اردو میں کیوں نہیں لیا جا سکتا؟ کیا وہ سب جاہل ہیں جنہیں انگریزی نہیں آتی؟ آئین کی رو سے قومی زبان اگر اردو ہے تو امتحان اردو میں کیوں نہیں لیا جا سکتا؟ ایک اجنبی زبان پر اصرار کیوں؟ یہ اصل میں ایک بندوبست ہے کہ افسر شاہی میں ایک خاص طبقہ مسلط رہے۔ یہ وہی طبقہ ہے جسے نوآبادیاتی دور میں 'مقامی جنٹل مین' کہا جاتا تھا اور جس کے بارے میں لارڈ میکالے نے کہا تھا کہ ہمیں ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا ہے جو رنگ نسل اور خون کے اعتبار سے تو مقامی ہو لیکن جو سوچ، فکر اور ذوق کے اعتبار سے انگریز ہو۔ یعنی ایسٹ انڈیا کمپنی کا گماشتہ ہو۔ (گماشتہ گالی نہیں ہے، اس دور کی دستاویز کے مطابق یہ کارندہ خاص کا باقاعدہ منصب تھا)۔ زبان کی بنیاد پر ہم نے جو بالادست طبقہ پیدا کیا ہے اس کی کارکردگی کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ اسے انگریزی پر دسترس ہے۔ کوئی اور کارنامہ اس نے انجام دیا ہو تو بتائیے۔ اگر ترکیہ، چین، فرانس جیسے ممالک اپنی زبان میں ترقی کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ غلامی کی یہ نفسیاتی گرہیں کب کھلیں گی؟

قائداعظم کا فرمان

پاکستان کی قومی زبان اردو، اردو اور صرف اردو ہو گی۔

قومی لباس کی توہین، مغربی تہذیبی غلبہ
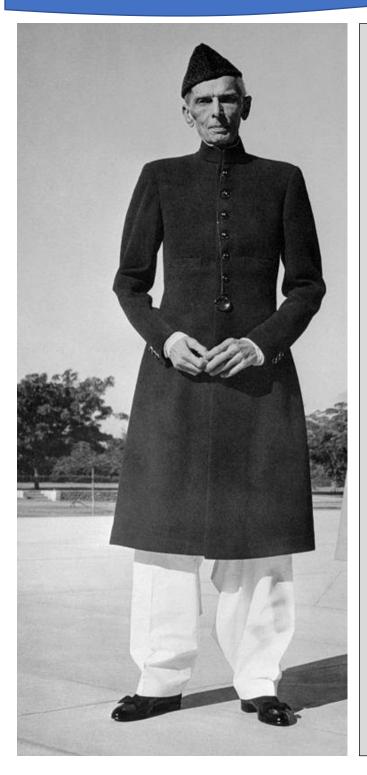
سر پہ جناح کیپ نیچے سلوٹ زدہ شیروانی، پاؤں میں بوسیدا بوٹ، عدالت کے کمرے سے باہر نکلے، اور آواز لگائی وسیم بنام سرکار حاضر ہو۔

پتا چلا کے یہ نائب قاصد ہے جس کو قائد آعظمؒ کا مثل لباس دے کر آوازیں لگوائی جا رہی ہیں۔ اندر داخل ہوئے، اندر جسٹس صاحب انگریزی گاؤن کندھوں پر سجائے براجمان نظر آئے۔

جو لباس اندر ہونا چاہیے تھا اسکی باہر ناقدری ہو رہی تھی ،اور جو لباس باہر ہونا چاہیے تھا وہ اندر عزت افروز تھا۔ آپ انگریز کی ذلیل سوچ کو آج تک نہیں سمجھے۔ جس نے ہمارے مسلمان بادشاہوں کا لباس ہوٹل کے سیکورٹی گارڈ کو پہنا کر بے عزت کیا. جناح کیپ جس کو جج صاحبان کو پہن کر بیٹھنا چاہیے اس کو نائب قاصد کو پہنا دیا، ہم اندھی قوم، انگریز کی اس سازش کی اندھا دھند تقلید کرتے جا رھے ہیں، پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا۔

انگریزوں کی غلامی اور انگریزی تہذیب کی رضاکارانہ غلامی کی بدترین مثال، جس نے ہماری قومی غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔

نئی نسل کدھر جارہی ہے؟

فہد سیال، اسلامی یونیورسٹی، بہاول پور

یہ چیز جاننے کیلیے کہ کتنے لوگ انگریزی پر اردو کو ترجیح دیتے ہیں چند ہفتوں قبل ہم نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔
میں ایک نوجوان لڑکے کے پاس گیا اور سلام دعا کے بعد پوچھا "جناب کا اسم گرامی۔۔؟"
اس نے ایک ذرا الجھن سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا" پتہ نہیں میں نے بھی کل سے اسے نہیں دیکھا۔۔"
بعد میں اس نے وضاحت کی کہ وہ اپنے کسی دوست اسامہ کا سمجھ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنا سوال آسان الفاظ میں دہرایا
اس نے جواب دیا "عمر۔۔"
مجھے ذاتی طور پر پسند ناموں میں سے ایک نام سن کر خوشی ہوئی۔ میں نے پوچھا
"عمر کس طرح لکھا جاتا ہے مطلب کہ کس طرح شروع ہوتا ہے۔۔؟"
اس نے کہا "یو سے۔۔ یو ایم ای آر۔۔"
سلسلہ یہ تھا کہ کتنے لوگ اپنے نام کے ہجے انگریزی یا اردو میں بتاتے ہیں۔ میں اور میرا دوست لگ بھگ چالیس افراد سے ملے اور ان میں سے گیارہ نے اردو میں اپنے نام بتلائے۔ ستائیس نے انگریزی کا سہارا لیا۔ ایک مصروف صاحب انگریزی میں یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے "اسے گوگل پر تلاش کر لو!"

باقی بچنے والے نوجوان سے واسطہ میرا پڑا تھا۔ جب میں نے اس کے نام کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیسے لکھتے ہیں وہ اپنے دانت نکال کر بولا "میکوں لکھنا نہیں آتا۔۔!"

نتیجہ:

۶۰ فیصد بچے اپنا نام بھی انگریزی میں لکھتے ہیں اور ۴۰ فیصد اردو میں، تقریباً اسی شرح قوم انگریزی زدہ ہو رہی ہے۔ اردو رسم الخط استعمال کرنے والوں کا تناسب بمشکل ۴۰ فیصد رہ گیا ہے۔ اگر اس روش کو روکا نہ گیا تو خطرہ ہے کہ اگلے پانچ سال میں اردو لکھ سکنے والوں کی شرح ۵ فیصد بھی نہ رہے۔

مادری زبان میں تعلیم کا نفسیاتی پہلو

روزنامہ راشٹریہ سہارا [بھارت] کی تجزیاتی رپورٹ

مادری زبان دراصل وہ زبان ہے جسے انسان پیدائش کے بعد بلا کوشش سیکھ لے۔ یہ زبان، انسان کی دوسری جِلد بھی کہی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی زبان کو وسیلۂ تعلیم بنا کر بچوں کی تعلیمی زندگی کا آغاز کرنا انتہائی مناسب بلکہ ضروری عمل ہے۔ ماہرین نے مادری زبان کو ابتدائی تعلیم کے لیے بے حد مفید تسلیم کیا۔ اگر اس مسئلے کو نفسیاتی تناظر میں دیکھیں تو یہی کہنا پڑے گا کہ مادری زبان میں ابتدائی تعلیم قرین عقل بھی ہے۔ اس پہلو کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ نوزائیدہ بچوں کے شعور اور لاشعور میں بنیادی طور پر کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ کیوں کہ لاشعوری کا عالم بچوں کے شعور کا عالم بھی ہوتا ہے۔ اسی عالم میں بچے مسلسل جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہ ان کی عادت ثانیہ بنتی چلی جاتی ہے۔ ان ایام میں وہ اپنے والدین یا اردگرد رہنے والوں سے جو کچھ سنتے ہیں، اسی سے زبان سیکھنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور یہ زبان عموماً مادری زبان ہوتی ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو اسے اُسی زبان میں تعلیم دینا عقل مندی ہوگی جس کے سیکھنے کا عمل بدوِ شعور بلکہ قبلِ شعور سے ہی شروع ہو گیا ہو۔ 1953 کے بعد سے ہی یونیسکو کی جانب سے مادری زبان میں ابتدائی تعلیم دینے کی مہم چلی۔ پھر اسی ادارہ سے 2005 میں جاری ہونے والی رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جن ممالک میں مادری زبان کو ابتدائی تعلیم کے لیے ضروری قرار دیا گیا، وہاں شرحِ تعلیم میں اضافہ ہوا۔

عموماً عالمی سطح پر ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دیے جانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ کیوں کہ پیدائش کے بعد سے ہی لاشعوری طور پر بچوں کے ذہن میں جو الفاظ راسخ ہو جاتے ہیں، وہ مادری زبان میں رائج نظام تعلیم کی تفہیم میں مدد و معاون بنتے ہیں۔ پھر راسخ الفاظ اور نظام تعلیم کے ملاپ سے طلبا/بچے کے ذہن میں جو باتیں پیوست ہوتی ہیں ان سے وہ تادمِ زندگی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مادری زبان میں تعلیم سے بچے بہت جلد نئی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں۔ اس کا مثبت نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر سمجھائی گئی باتوں (اسباق) کے متعلق ان سے بات کریں تو وہ اپنے انداز و اسلوب میں بہ سہولیت دہرانے لگتے ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مادری زبان میں دی جانے والی تعلیم سے بچوں کی تعلیمی صحت پر خوش گوار اور مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ مادری زبان میں تعلیم دینے والا استاد اُسی ماحول سے وابستہ ہوتا ہے جس میں بچوں کی نشو و نما ہوئی ہے۔ اس لیے ایسے اساتذہ اپنے ماحول کے بچوں کی ذہنی ساخت اور پرورش و پرداخت کی فضا سے بخوبی مانوس ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے ماحول اور فضا میں بچوں کا تعلیمی سفر؛ ذہنی تربیت، لسانی تعلیم اور تحصیل علم کے ساتھ بحسن و خوبی جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ معلمین کو بھی آسانی ہوتی ہے کہ وہ زبان کی تعلیم پر مکمل توجہ مرکوز نہ کرکے مادری زبان میں بچوں کے ذہن کو تعلیم آشنا بنائے۔ مادری زبان اگر ذریعہ تعلیم ہو تو انسانی ارتقاء کے ساتھ اس کی مادری زبان بھی ارتقاء پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اس زبان کے نئے نئے محاورے اور روزمرہ کے دل کش الفاظ متعارف ہوتے ہیں۔ نیا ادب تخلیق پاتا ہے۔ استعمال میں آنے والی چیزوں کے نئے نئے نام اس زبان کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں۔

ہندوستانی تناظر کی بات کریں تو سپریم کورٹ آف انڈیا نے مادری زبان کو وسیلۂ تعلیم بنانے کی ہدایت کی ہے۔ گاندھی جی نے مادری زبان میں تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ایک دفعہ کہا تھا کہ مادری زبان کے علاوہ، دیگر زبانوں میں تعلیم بالکل اسی طرح ہے، جس طرح ماں کے دودھ کے بجائے بچوں کو گائے کا دودھ دینا۔ اس کے علاوہ رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ 2009 کے باب 5 کی دفعہ 29(f) میں وضاحت کی گئی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کا نظم ہونا چاہیے۔ قومی تعلیمی پالیسی (NEP) کے 4.11 میں درج ہے کہ کم سے کم 5 گریڈ تک تعلیم مادری زبان/مقامی زبان/علاقائی زبان میں ہو، ممکن ہو تو 8 گریڈ تک اور اس سے آگے بھی۔ اس کا نفسیاتی فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کو تعلیم میں دلچسپی پیدا ہونے لگتی ہے۔ وہ باتوں کو سمجھتے ہیں۔ سمجھنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ کلاس میں بور نہیں ہوتے ہیں۔ بور نہ ہونے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اسباق پر غور و فکر کرتے ہیں بلکہ آگے درجات میں پہنچنے کے متعلق بھی سوچنے لگتے ہیں۔ اس طرح ان کی پرواز کی اہمیت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور ڈراپ آؤٹس میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بدوِ شعور کے بعد دوسری زبانوں کے سیکھنے اور بچوں کو دوسری زبان سکھانے پر توجہ دینی چاہیے۔ کیوں کہ دوسری زبان جاننے سے بچوں کو شعور بالیدہ ہوتا ہے۔ کسی دانش ور نے خوب کہا ہے کہ جو جتنی زیادہ زبان جانتا ہے وہ دنیا سے اتنا زیادہ لطف اندوز ہوتا ہے۔ شاید ان ہی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارے یہاں سہ لسانی فارمولے پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پیش نظر مضمون میں بات مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کی ہو رہی، نہ کہ کسی زبان سے تنفر کی کیفیت پیدا کی جا رہی ہے۔

کبھی کبھی غیر ملکی زبان میں تعلیم دینے سے بچوں میں احساس کمتری کے جذبات بھی پنپنے لگتے ہیں۔ کیوں کہ جب غیر ملکی زبانوں میں ابتدائی درجات کی تعلیم دی جاتی ہے تو اسباق کی تفہیم کے لیے غیر مادری زبان سیکھنا لازمی ہوتی ہے۔ ایسے میں بچہ خود سے اچھی زبان جاننے والوں کو دیکھ کر جہاں اچھی زبان سیکھنے کی کوشش کرتا ہے، وہیں بسا اوقات بہت سے بچوں میں اچھی زبان نہ جاننے کی وجہ سے احساس کمتری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ جن ادوار میں بچوں کا شعور بالیدہ ہوتا ہے ان دنوں بچوں پر لاشعوری کیفیت کا بھی غلبہ ہوتا ہے۔ جب لاشعور میں بسی احساس محرومی سے شعور پختہ ہو تو اس کے منفی اثرات زندگی کے کسی بھی مرحلے میں سامنے آسکتے ہیں۔

مادری زبان میں تعلیم کے تئیں دیگر ممالک کے جائزہ سے اندازہ ہوگا کہ اٹلی، یونان، فرانس اور جرمنی ہی نہیں کہ وہاں ذریعہ تعلیم اطالوی، یونانی، فرانسیسی اور جرمن زبانیں ہیں بلکہ پولینڈ، ہالینڈ، ناروے، اسپین، چیکوسلوواکیہ، یوگوسلاویہ، کروشیا، سربیا میں بھی انگریزی نہیں پولش، ڈچ، ناروجین، اسپینش، چیک، سلاؤ، کروٹ اور سراب زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ ویت نام، تھائی لینڈ، جاپان، ملیشیا، انڈونیشیا اور ترکی میں کسی غیر ملکی زبان میں تعلیم نہیں دی جاتی، حتیٰ کہ اعلیٰ تکنیکی تعلیم کے لیے بھی مادری اور قومی زبان میں نظام تعلیم رائج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام زبانوں کے ذخیرہ میں تراجم کے نئے نئے پھول نظر آتے ہیں۔ مادری زبان کے فروغ کے مد نظر 21 فروری 1999 سے بین الاقوامی سطح پر یوم مادری زبان منایا جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ملک عزیز ہندوستان میں نہ صرف کاغذی سطح پر بلکہ عملی طور پر مادری زبان میں تعلیم کا اہتمام کیا جائے، تاکہ اس طریقہ کار کا بچوں کی تعلیمی سفر پر مثبت اثر ہو اور بچے ملک کے لیے قابل تقلید کام کر سکیں.

سرکار بدل جائے تو سرکار کے سرکار نہیں بدلتے۔

ڈاکٹر لبنیٰ زبیر عالم کراچی

اک انگریزی دان، ہندوستانی مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر اپنی تعلیم اور ذہانت کے بلبوتے پر اس دکھ میں مبتلا ہونے کے ساتھ کہ سینکڑوں برس حکومت کرنے والے مسلمان غلامی کی زندگی جی رہے ہیں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کسی قوم کا رنگ بے شک الگ ہو لیکن الگ مذہب کے ساتھ کسی کا غلام بن کر رہنا انسانیت کی توہین ہے۔ اپنے ہم عصر ذہین ترین، ہم خیال افراد کو منظم کر کے اپنے ایمان کی طاقت سے وہ دو قوم کا نظریہ منواتے ہوئے پاکستان کا خواب پورا کرتا ہے۔ تحریک پاکستان اپنے عروج پر پہنچ کر جیت جاتی ہے لیکن۔۔۔اس کے دو اٹوٹ انگ اک کشمیر نقشے سے دوسری قومی زبان خاموشی سے کاٹ دی جاتی ہے۔

سرکار بدل جائے تو سرکار کے سرکار نہیں بدلتے۔

جہاں غلام ذہنیت کے لوگ خود اس بات کے ذمہ دار ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کے محتاج رہیں وہیں آقا ہماری سرکار کو اپنا اور اپنی زبان کا محتاج رکھتے ہیں۔ اردو کو آج تک کیوں سرکاری زبان کا درجہ نہ مل سکا اس کی وجہ ہماری اپنی سرکار کی غلامانہ سوچ، احساس کمتری اور کئی معاملات میں ان قوموں کی محتاجگی ہے جن کی زبان ملک میں اعلیٰ تعلیم کے لئے رائج اور اہم ہے۔

دوسری وجہ ہم خود ہیں۔ اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں جہاں سرکار اور عوام پاکستان بنانے والے کو صرف مزار بنا کر، سلامی دے کر عزت دیتے ہیں، روپیہ کے اوپر جذباتی بلیک میلنگ کے لئے ان کی تصویر سجاتے ہیں اور ان کی زندگی، ان کے مقاصد اور ان کی بے بس موت کو بھول جاتے ہیں ان سے زبان کے بارے میں بازپرس کرنا پتھر سے سر پھوڑنے کے برابر ہے۔ جو لوگ اپنے محسنوں کا مذاق اڑاتے ہوں، ان کے مذہب، عقائد اور کردار کو مسخ کر کے پیش کرتے ہوں وہ بے جان زبان کو کیا عزت دیں گے۔

جھوٹی عزت یہی ہے ان کے فرمان اور فیصلے کو جوتے کی نوک پر رکھا جاتا ہے۔

اردو نافذ نہ کرنے والوں کا سب سے بھونڈا جواز یہ ہے کہ

قائدِ اعظم کو خود اردو نہیں آتی تھی۔ عقل ماتم کناں ہے کہ انگلستان میں پلنے بڑھنے والے کو اردو کیوں آئے گی ان کا اردو سے نہ تو کوئی دوستانہ تھا نہ ہی دشمنی، وہ جو کچھ بدل سکتے تھے اپنا لباس، عقائد اور رہن سہن وہ سب اس ملک کے لئے بدل چکے تھے۔

دوسرا جواز کہ انگریزی ترقی کی زبان ہے یہاں آ کر اس جواز کو شکست ملتی ہے کہ اس وقت برطانیہ سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک انگریزی نہ سمجھتے ہیں نہ بولتے ہیں۔

اس سازش کے درپردہ کیا ہے؟ سادہ سی بات ہے کہ اگر پاکستان میں اردو سرکاری طور پر رائج ہوتی تو پاکستان سائنس سمجھ آنے لگتی، مذہب اور دیگر علوم میں خود کفیل ہو جاتا۔ جب سوچنے سمجھنے میں آسانی ہوتی تو پھر ہم کو ذہنی طور پر مفلوج کیسے کیا جاتا؟

اسلام کے نام پر حاصل کیا جانے والا ملک اپنی زبان اور سوچ سے خود کفیل ہو جاتا تو ایسی طاقت بنتا کہ شاید دنیا میں ماہر علوم یہیں سے نکلتے۔ یہ بات آقاؤں کو کیسے گوارہ ہوتی۔

رابطہ اور بات چیت جب اپاہج ہونے لگیں تو خیلات بھی دم توڑ دیتے ہیں۔

یہ کئی اہم وجوہات میں سے چند وجوہات ہیں جس کی وجہ سے پاکستان کی سرکار عدم اعتماد اور دوسروں پر انحصار کے باعث آج تک پاکستان میں اردو کو سرکاری سطح پر قبول کرنے اور کروانے سے قاصر ہے۔

آخری اور سب سے بڑی وجہ اس ملک کے مولوی حضرات (گرچہ مولوی کی اصطلاح بدل چکی ہے اور نہ ہی پانچ انگلیاں برابر ہیں)

مولوی ازم کو بھی زبان کے خلاف استعمال کیا گیا سکول میں بچوں کو انگریزی اور مدرسے میں عربی رٹائی جانے لگی۔ اک طرف انگریزی میڈیم کنفیوز کھیپ نکلنے لگی تو دوسری جانب حفاظ جن میں سے اکثر اللہ کی گفتگو سے نابلد تھے۔ یوں نہ دین پنپنے دیا گیا نہ دنیا۔

اقرا کا لفظ انگریز کے حوالے کر کے اس سے معلومات کی باقیات لیتے ہوئے ہتھیار پھینک دیئے گئے۔

تحریر رابعہ عظمت (ضلع شیخوپورہ گاؤں شریف پورہ)

زبان خیالات احساسات کی ترجمانی کا ذریعہ ہے۔ زبان ہماری پہچان ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں مدد فراہم کرتی ہے۔

زبانیں وہی عروج پاتی ہیں جو اپنے اندر اپنے اندر بے پناہ چیزوں کا ذخیرہ لیے ہو۔۔۔ وہ الفاظ کی صورت ہو، چاہیے مختلف تہذیبوں کی عکاسی ہو، چاہیے اس میں بات کی جائے گزارے ہوئے زمانوں کے عروج کی داستانیں ہو۔۔۔۔ یا پھر تابناک مستقبل کی نشانیاں ہو۔۔۔۔ ان تمام چیزوں کی حاملِ زبان اُردو ہے۔۔ اس میں ارتقاء کے سارے مراحل پائے جاتے ہیں۔۔۔۔ اس میں ماضی ہر پیدا ہونے والی تہذیبوں کے آثار ان کے ساتھ پیش آنے والے حالات اور تبدیلی کے انداز پائے جاتے ہیں۔۔۔ زبانوں کے الفاظ، حاکم کے انداز، محکوم کے احساسات، غرض کے ہر طرح کے واقعات پائے جاتے ہیں۔ اردو زبان کے لیے میں پنجابی کا ایک لفظ استعمال کروں گی "من موہنی" جی ہاں یہ زبان من موہنی ہے کیوں کہ یہ سب کو بھاتی ہے۔ اس میں الفاظ کا بیش بہا خزانہ مختلف ادوار کی ترجمانی اور دعوت فکر کا لمحہ پیش کر رہا ہے۔

عنوان یہ ہچکچاہٹ کیوں؟ زہرہ اظہر [سرائے عالمگیر]

ہر ملک کی پہچان ایک تو اسکا پرچم ہوتا، دوسری اس ملک کی زبان ہوا کرتی ہے۔ ہم ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے اپنی زبان کا استعمال کرتے ہیں تو بات بھی سمجھ آجایا کرتی ہے اور زیادہ تکلفات بھی نہیں دکھانے پڑتے۔ پر افسوس کے ساتھ آج کے اس دور میں انگریزی زبان کو اس قدر اہمیت حاصل ہو چکی ہے کہ اردو بولنے والا بچہ ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے جب وہ کسی ہم عمر کو انگریزی زبان بولتے دیکھتا ہے۔ حتیٰ کہ شرمندگی سے دوچار ہوتا ہے۔ کیا کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور یہ سب کیسے اور کب ہوا؟ ایک دور تھا کہ خالص اردو بولنے والے شخص کو معتبر مانا کرتے تھے اور سن کر عش عش کر اٹھتے تھے، سننے والوں کو بھی اس زبان میں دلچسپی ہو جاتی تھی اور اس زبان کو فوقیت حاصل تھی۔ وقت گزرتا گیا اور ہمارا معیار زندگی بدلنے کے ساتھ ہماری سوچ کا پیمانہ بھی بدل گیا اور ہم نے بچوں میں تعلیمی لحاظ سے تفریق شروع کر دی۔ کیا آپ اردو میڈیم ہو یا انگلش میڈیم؟؟ اس سوال سے اردو پڑھنے والے بچوں کے ذہنوں میں ایک طرح کا احساس کمتری بیدار ہونے لگا، وقت کے ساتھ ساتھ والدین کی کوشش بھی یہی ہوتی تھی کہ ہمارا بچہ انگریزی تعلیم حاصل کرے اور فخر یہ بتایا جانے لگا ہمارا بچہ انگریزی تعلیم حاصل کر رہا۔ لیکن کیا ہم نے کبھی سوچا اس انگریزی تعلیم نے اردو سمجھنے والوں کی تعداد میں واضح کمی کر دی ہے لیکن کیوں؟۔۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ ہمارے بچے جو ہمارا سرمایہ ہیں اس ملک کی شناخت ہیں انہیں اپنی زبان کے کچھ الفاظ سمجھنے کے لیے انگریزی کا سہارا لینا پڑتا۔ بالفرض اگر سہارا نہ بھی لیں تو فخر یہ کہتے ہیں ہمیں اس کا مطلب نہیں پتا ہم نے تو پہلی بار سنا ہے یہ لفظ۔ اور اس سے انہیں شرمندگی بھی نہیں ہوتی کیونکہ ہم نے اپنے بچوں کے ذہنوں میں اپنی چیزوں کی قدر ڈالی ہی نہیں وہ جو ایک آزاد ملک میں آزادی کی زندگی جی رہے پر انگریزوں کے طرز زندگی کو اپنا کر فخر محسوس کرتے کیا یہ اپنی قومی زبان و پہچان کی حفاظت کر پائیں گے؟؟ ہمارا تعلیمی نظام ایسا ہو گیا ہے کہ نہ ہمارے بچے انگریزی ادب مکمل سیکھ پائے اور نہ وہ اردو ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔۔ ایسا لگنے لگا ہے کہ کچھ سالوں میں اس زبان کو سمجھے والوں کی تعداد کم رہ جائے گی۔۔۔ تو کیوں نہ مل کر اپنی پہچان اپنی زبان کو اہمیت دی جائے اس کو اہم بنانے میں اپنا اپنا حصہ ڈالا جائے۔ چاہے وہ والدین کی کوشش ہو، استاد کی ہو یا ایک عام انسان کی۔۔۔۔ امید ہے اگر ہم سب مل کر اپنی اپنی کوشش کریں تو اس میٹھی پیاری زبان کو بچایا جا سکتا ہے کیونکہ ایک قوم جب اپنی پہچان کو تھام لیتی ہے تو دوسری سب قومیں اس قوم کی قدر کرتی ہیں۔۔ پر جو خود اپنی قدر نہ کرے دنیا اس کو پاؤں تلے روند کر گزر جایا کرتی ہے۔۔ تو پیارے بچو آپ اس دور کے ساتھ چلو لازمی چلو پر اردو بولنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو ایک بار اس زبان کی چاشنی کو پا لیا تو کبھی دوسری زبان اچھی نہیں لگے گی۔ اور والدین اپنے بچوں کو تعلیم معیاری دلوائیں لیکن اردو کو پہلی ترجیح سمجھیں۔ اور ایک استاد اپنے سب طلباء کو برابری کا درجہ دے کہ ہر زبان اپنے لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے۔۔۔ تو پھر ایک ہی بات کہوں گی اگر یہ ہماری قومی زبان ہے تو اسے بولنے اور سمجھنے میں ہچکچاہٹ کیوں؟ آخر کیوں؟

قوم کی پہچان۔۔۔اریز سندس (سمندری)

آج جب میں نے تحریک اردو کا نفاذ کا لوگو دیکھا جس میں میں خود شامل ہوں تو مجھے اس بات کو سوچتے ہوئے بے انتہا شرمندگی ہوئی کہ ہماری قوم یہ تک نہیں جانتی کہ دراصل ہماری پہچان کیا ہے کسی بھی قوم کی پہچان اس کی تہذیب، اس کی ثقافت اور اس کی زبان سے ہوتی ہے کیا ہمارے پاس ہماری ثقافت ہے؟ اگر میں اس کا جواب صدق دل سے دوں تو بالکل نہیں بلکہ ہم وہ قوم ہیں جس نے ثقافت بھی ادھار لی وہ بھی بمع سود جس کا سود ہماری قوم اپنی اصل سے دور ہو کر ادا کر رہی ہے۔

ہم انگریزی کو کہیں فیشن سمجھ کر، تو کہیں مجبوری سمجھ کر بولتے ہیں وہیں ہم اس خریدی زبان کو شوق اور معیار سمجھ کر فخر اور شان سے بولتے ہیں ہم صرف زبان نہیں بولتے بلکہ ہم اپنی تہذیب و ثقافت کو کھو رہے ہیں ہماری نسل اپنی اصل سے دور ہو رہی ہے اپنی پہچان کھو رہی ہے کیوں کہ جب ہم کسی قوم کے ادب و فن کو اختیار کرتے ہیں تو وہاں کی تہذیب کو اپنانا اس ادب کا لازمی جز بن جاتا ہے اور ہماری نوجوان نسل بہت دل جمعی سے یہ کام کر رہی ہے

۔

ہم اردو زبان بولنے سے کیوں کتراتے ہیں؟ کیا یہ زبان دنیا کی تیسری بڑی زبان نہیں؟ کیا اس زبان نے اپنے اندر کئی زبانوں ثقافتوں، اور دخیل الفاظ کو پورے حق اور ظرف سے قبول نہیں کیا؟ کیا اردو زبان گونگی ہے؟ کیا اس کو بولتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے؟ نہیں یہ وہ عظیم زبان ہے جس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے اور وہاں سے تحفے کے طور پر ہمارے لیے بہت کچھ بھی چنا ہے۔اردو زبان اپنے اندر ہر طرح کے معیار رکھتی ہے بات کسی بھی ادبی لحاظ کی ہو یا ادبی بول چال کی اردو نے اپنا آپ منوایا ہے۔درحقیقت زبان ہی کسی قوم کی پہچان ہوتی ہے جب وہ اپنی زبان سے دستبردار ہو جائے تو وہ اپنی پہچان، اپنی ثقافت کھو دیتی ہے اور ایسی قوم کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

سوچیے۔۔۔۔۔۔! ثروت اقبال [کراچی]

ایسا محسوس ہوتا ہے پاکستان میں نظام تعلیم کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے مختلف نظام تعلیم سے والدین میں بے چینی پائی جاتی ہے۔انہیں کسی سمت کا تعین کرنے میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو ایک سمت دینی ہے اور یہ اردو زبان کے نفاذ سے ہی ممکن ہے۔اردو ہمارے علمی و ادبی، ثقافتی اور مذہبی علوم کی امین ہے۔اساتذہ کرام جو یونیورسٹی کے طالب علموں کو پڑھاتے ہوں یا اسکولوں اور کالجوں میں اور خاص کر وہ استاد جو پرائمری یا پری پرائمری کے بچوں کو پڑھاتے ہوں خدارا! آپ لوگ دوراندیشی سے کام لیں۔آپ پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اردو ہماری پہچان ہے اس سے محبت وفاداری کا ثبوت دیجیے اردو کے پودے جگہ جگہ لگا دیں آنے والے اس کا پھل کھائیں گے۔

اسکولوں اور کالجوں میں جبراً انگریزی زبان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور بتایا گیا کہ تمہاری قومی زبان دنیا کی بے کار ترین زبان ہے۔ اسے کسی بڑے ادارے یا بڑی کمپنی میں جا کر بولو گے تو شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور تمہاری قابلیت پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے طالب علموں کو انگریزی کے امتحان میں پاس ہونے کے لیے بھی English is the key of success کے مضمون رٹائے گئے۔ قابلیت کو انگریزی زبان پر تولنے والوں نے ہماری نسل کو احساس کمتری میں مبتلا کیا اگر کوئی طالب علم ریاضی، طبیعیات، کیمیا میں اسّی فیصد نمبر حاصل کرتا ہے اور انگریزی میں چالیس فیصد نمبر حاصل کرتا ہے تو اس کی قابلیت کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے زیادہ نمبر لینے والے مضمون میں آگے بڑھنے کے بجائے "انگلش لرننگ سینٹر" میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ "انگلش لرننگ سینٹر" جو کہ سارے شہر میں جگہ جگہ اس طرح نظر آتے ہیں کہ بارش کے ساتھ آسمان سے برسے ہوں۔ جہاں تین ماہ میں فر فر انگریزی بولنے کا ماہر بنانے کی گارنٹی دی جاتی ہے۔ بے چارے طالب علم ان کے جھانسے میں آ کر اپنا وقت اور پیسہ دونوں برباد کرتے ہیں اور وہاں سے آدھے تیتر آدھے بٹیر بن کر نکلتے ہیں۔ you know بولتے ہوئے عجیب طریقہ سے ہاتھوں کو گھماتے ہوئے اور تیوری پر بل ڈالتے ہوئے ان کی گفتگو شروع ہوتی ہے اور آگے بڑھتے ہوئے اردو اور انگریزی کی کھچڑی پکتے پکتے آخر میں او۔ کے بائے پر ختم ہوتی ہے۔ جگہ جگہ جہاں انگلش لرننگ سینٹر قائم کیے جا سکتے ہیں وہاں اردو مراکز بھی قائم ہو سکتے ہیں جن میں اقبالیات کی تعلیم دی جا سکتی ہے مودودی کے افکار سکھائے جا سکتے ہیں۔ ڈرامہ نگاری افسانہ نگاری تحقیقی مضامین لکھنا شاعری کے عروض سکھائے جا سکتے ہیں۔ جسے جو بھی زبان آتی ہے اسے اردو زبان میں تراجم کرنا سکھائے جا سکتے ہیں۔ اردو قواعد سیکھنے اور سکھانے کے مراکز قائم ہو سکتے ہیں جہاں سے اردو کی ترقی کے لئے نئی جہتیں نکلتی ہوں۔ ہمارے ملک کی نئی مائیں آداب، شائستگی اور نفاست کا آپس میں میل جول یعنی اردو کی شیری گفتگو شروع سے ہی اپنے بچوں کے کانوں تک پہنچائیں۔ "بے بی شارک ڈوڈوڈو" کے بے ہنگم لفظوں کی جگہ علامہ اقبال اور غلام صوفی تبسّم کی نظموں سے اپنے بچوں کے کانوں میں رس گھولیں۔ مخصوص لوگ مخصوص تعلیم حاصل کریں اور جبراً ہمارے رہنما بن جائیں اس کے بعد جس طرف چاہیں ہمارے معاشرے کا رخ موڑ دیں و گرنہ ہمارے رہبر تو وہ علم والے تھے جن کے عہد میں دین اسلام اور سائنس الگ نہ تھے۔ دینی اور سائنسی تعلیم ایک ہی مکتب میں دی جاتی تھیں جو کہ زیادہ تر عربی زبان میں ہوتی تھی دونوں زبانوں یعنی عربی زبان اور اردو زبان کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ اردو میں ٪۸۰ فیصد الفاظ عربی کے شامل ہیں۔

بہت بڑا اسلامی سرمایہ اردو زبان میں موجود ہے عربی کے بعد اردو ہی وہ زبان ہے جس میں کثیر تعداد میں مایہ ناز اسلامی کتابیں موجود ہیں بلکہ اردو زبان میں ایسی اسلامی شاہکار کتابیں تخلیق کی گئی ہیں جن کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جا رہا ہے عربی کے بعد اردو مسلمانوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے صرف ہندوستان یا پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں عربی کے بعد اردو زبان مسلمانوں کی پہچان ہے۔ قانون سے بالاتر ہو کر ہمیں اس طرح الجھا دیا گیا ہے کہ ہمیں اردو کو عدالتی، دفتری اور تعلیمی زبان بنانے کے لئے لڑنا پڑ رہا ہے اور اردو کو اس کے صحیح مقام پر لانے کے لیے جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے۔ اردو زبان کی حیثیت کو پامال کرنے والے یہ بھول گئے ہیں کہ فطری لسانیت کسی بھی معاشرے کے لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ہمارا مطالبہ کوئی انوکھا یا خود ساختہ نہیں اردو کو تعلیمی، عدالتی، دفتری زبان بنانے کے عملی اقدام پر بلا وجہ اور لمبی تاخیر نے نفاذ اردو، بحالیٔ اردو، فروغ اردو، اردو بچاؤ مہم نے جنم لیا ورنہ بربادیٔ وقت نہ ہوتا اور فہم و فراست اور ذہنی صلاحیتوں کے درست استعمال سے اردو کے علمی خزانے میں بیش بہا اضافہ ہو چکا ہوتا۔ اردو نافذ کرنے والے اور اسے نقصان پہنچانے والے دونوں ہی یہ جان لیں کہ اس پر سیاسی طبع آزمائی سے پرہیز کرنا چاہیے اردو کا ارتقاء یا جغرافیہ کیسے وجود میں آیا اس بحث میں بھی نہ الجھیں اور نہ دوسروں کو الجھائیں کیونکہ یہ ہمارا قومی فریضہ ہے۔ اگر ہم طالبعلموں کی فہرست میں ہیں،

سرکاری اور غیر سرکاری ملازم ہیں یا کسی بھی کاروبار سے منسلک ہیں جو براہ راست معاشرے پر اثرانداز ہوتے ہیں جیسے ڈاکٹر اساتذہ یا کاروباری افراد اردو زبان کے تحفظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے متعلقہ لوگوں کو نفاذ اردو کی تحریک کی معاونت کی دعوت دے سکتے ہیں۔ ہمیں روحانی تسکین کے لیے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔

سرکاری کاغذات میں اگر کہیں اردو کا استعمال ہے بھی تو وہ بہت مشکل الفاظ کے ساتھ ہے لوگوں کا اردو سے دوری کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے سرکاری کاغذات وغیر سرکاری کاغذات میں اردو کے آسان الفاظ کا استعمال کیا جائے تاکہ عام آدمی اس کو سمجھ سکے۔ عدالتی اور دفتری معاملات آسان اردو کو پامال کرنے کے بجائے آسان اردو بحال کیجئے اور اس کے تحفظ اور فروغ کی ضمانت دیجئے کہ رومن اردو کی اردو زبان میں کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے یہ ایک عالمگیر زبان ہے جو مختلف زبانیں بولنے والوں کو جن کی ثقافت، تہذیب مذہب مختلف ہیں ان کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے اور آپس میں ملاتی ہے اردو زبان فرقہ واریت کی نفی کرتی ہے۔

زبان کی اہمیت۔۔۔۔ مرحا شہباز

زبان خیال بُنتی ہے اور خیال سوچ کو جِلا بخشتے ہیں۔ ذہن کے گرد آلود دریچوں کو جھاڑ کر حیاتِ نو بخشتے ہیں۔ سوچ کو جلا ملے تو حیاتِ نو سے سرفراز ہوا ذہن ایک نیا جذبہ پاتا ہے، جینے کی ایک نئی امید سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اُردو ہماری قومی زبان ہے مگر افسوس ہم نے اسے بے مول چیز کی مانند فالتو سمجھ کر کنارے لگا دیا ہے۔ یقیناً آپ سب اِس بات سے واقف ہوں گے 1973 کے آئین کے مطابق ذریعہ تعلیم کی زبان اور دفتری زبان اردو ہے لیکن اگر عملی طور پر دیکھا جائے تو پرائیویٹ سیکٹر میں بہت سے بڑے اداروں میں اُردو صرف اُردو کے لیکچر کے دورانیے میں بول سکتے ہیں۔ اِسی باعث بچے اسے سمجھنے میں بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور پھر بلوغت کو پہنچ کر انگریزی ہی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مستقبل کی راہیں ہموار کرتے ہیں، مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ خود کو زبانِ اغیار کا غلام کیوں محسوس نہیں کرتے۔ اور غیر بھی وہ جو ماضی میں کئی مواقع پر اپنے فریب زدہ سیاہ چہرے دکھا چکے ہیں۔
اُردو کے نفاذ کے سلسلے میں اِس وقت جتنے بھی انسان اور تنظیمیں کوشاں ہیں وہ عمدگی سے اپنی زبان کی حفاظت کر رہی ہیں مگر بقیہ پوری قوم خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی ہے۔ ہم زبان کو اہم سمجھتے ہی نہیں جبکہ یہ ہماری تہذیب و ثقافت کا اہم جُز ہے۔ زبان نہیں تو ہم نہیں۔ نا جانے آج کا پاکستانی کیسے اغیار کی زبان کو فوقیت دیتے ہوئے اپنی شناخت کو پسِ پشت ڈالے ہوئے ہے۔ اُردو کئی زبانوں کا ملاپ ہے۔ یہ پاکستان کے دیہاتیوں سے وجود میں آنے کی بجائے کئی زبانوں کے ملاپ سے بنی مگر آج اردو اس قدر فنا پذیر ہو چکی ہے کہ جب قوم کے معماروں کو یہ بتایا جائے کہ آپ کا لکھا یا کہا گیا لفظ غلط ہے تو الٹا چور کوتوال ہی کو ڈانٹ دیتا ہے۔ نو عمر بچیاں ابھی تک تلفظ کی ادائیگی نہیں جانتیں مگر انگلش گرامر سمجھتی ہیں۔ ماضی استمراری ٹھیک سے بول یا سمجھ نہیں سکتیں مگر انگریزی میں اس کی تفصیل بتا سکتی ہیں۔ اُردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اسی لیے امریکہ، جاپان، چین اور دنیا بھر میں پڑھائی جا رہی ہے۔ جب دوسرے ممالک میں اسے سرِ فہرست زبانوں میں شمار ہونے کے باعث سکھایا جاتا ہے تو پھر ہمارے لیے شرمندگی کا مقام ہے کہ ہم اپنی اِس زبان کو چھوڑ کر دوسری زبانوں کی جانب زیادہ مائل ہوں۔ حد یہ کہ ہمارے ہاں انگریزی اہتمام سے سکھائی جاتی ہے اور اُردو کو بس لازمی مضمون سمجھ کر پڑھا دیا جاتا ہے۔ انگریزی کے فقرے بنانے کی تراکیب رٹوائی جاتی ہیں اور اُردو کے بارے میں قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ تو سب ہی کو آتی ہے، اِسے کیا

سمجھانا۔ دیگر زبانیں سیکھنا غلط نہیں ہے، کوئی بھی سیکھیں، انگریزی، فارسی، چینی کوئی بھی مگر اپنی قومی زبان کو فوقیت دینے کے معاملے میں ہرگز سمجھوتا نہ کریں۔

ہم بہت عجیب لوگ ہیں کہ انگریزی کے لیے تو الگ سے لیکچرز کا انعقاد کرتے ہیں مگر اردو کے لیے نہیں۔ کوئی وجہ پوچھے تو بیشتر کا یہی جواب ہوتا ہے کہ انگریزی ہی میں مستقبل ہے۔ کس نے کہا کہ اردو میں مستقبل شاندار نہیں۔ ارے یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ آپ ہی کے جیسے لوگوں کے باعث ہم آج بھی ذہنی غلام ہیں۔ ثقافتی غلام ہیں۔ ہمیں آج ہماری تہذیب کی علم بردار اردو زبان بھاتی ہی نہیں۔ اگر آپ ہی کہیں کہ اب اردو کون بولتا ہے، یا یہ تو مجھے پسند ہی نہیں تو معذرت کے ساتھ آپ کو پلٹ کے تاریخ میں جھانکنا ہوگا۔ آپ کو پڑھنا ہوگا کہ ہم ثقافتی و تہذیبی لحاظ سے استحصال کا شکار تھے۔ کیسے ہم نے اِن پابندیوں سے آزادی حاصل کی۔ بعض ناقدین کہتے ہیں کہ سرسید نے انگریزی کی جانب توجہ خود مبذول کرائی تھی تاکہ مسلمان ترقی کریں۔ ٹھیک کہتے ہیں مگر انھوں نے کب کہا کہ اردو کو چھوڑ دو۔ چونکہ انگریز ہم سے آگے تھے سو ہمیں ایسا کہا گیا۔

چلیں آپ ایسا کریں کہ ایک جانب اردو کو فروغ دیں، دوسری جانب زرخیز دماغوں کے مثبت استعمال سے پاکستان کو دنیا کی صفِ اول کی ترقی یافتہ اقوام میں شمولیت دلوائیں۔ اپنی ترقی کے اصول و قوانین اور وجوہات کتابی شکل میں شائع کروائیں۔ پھر دیکھیں انگریز یا کوئی بھی قوم جو ترقی کی خواہشمند ہوگی، ہماری کتب کے مطالعے کے لیے اردو سیکھے گی یا نہیں۔ پھر آپ سمجھ جائیں گے کہ سرسید نے سائنٹیفک سوسائٹی کیوں قائم کی اور انگریزی سیکھنے پر اُس پرفتن دور میں زور کیوں دیا۔ اپنی زبان سے محبت کریں، اغیار کی کوئی بھی زبان سیکھیں تو صرف اس لیے تاکہ آپ اُن کا علم بھی اپنے اندر بھر کر خود کو ترقی کی مزید راہیں فراہم کر سکیں، مگر ترقی اپنے ثقافتی ورثے کی حفاظت کرتے ہوئے کریں۔ پھر چاہے وہ لباس ہو، زبان ہو یا کچھ بھی۔ آج ہی سے گھروں، سکولوں، کالجوں، پبلک جگہوں اور بقیہ بھی تمام جگہوں پر اردو کو عام کریں، اسے اتنا فروغ دیں کہ اغیار بھی ہم سے بات کرنے کو ہماری زبان اسی طرح پڑھنے لگ جائیں جس طرح آج ہم اُن کی زبان بے تابی اور بھرپور ذوق و شوق سے سیکھتے ہیں۔

قلم اٹھائیے!

قومی زبان قوم کی پہچان، ہماری دینی اور تہذیبی اقدار کی امین اور قوم کی ترقی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ مغربی تہذیبی یلغار سب کچھ لپیٹ لینے کے ہدف پر کام کر رہی ہے۔ غیر محسوس طریقے سے مغربی تہذیب ہمارے اندر گھس چکی ہے اور ہماری تہذیب کی جگہ لے رہی ہے۔ یہ سب کچھ ایسی مہارت سے کیا جا رہا ہے کہ لوگ بہ شوق اسے اختیار کر رہے ہیں، کچھ فیشن اور کچھ منفرد کہلانے کے شوق میں اختیار کر رہے ہیں۔ اس سب کا نقصان ہماری زبان اور تہذیب ہو رہا ہے۔ انگلش فروش تعلیمی ادارے اس تہذیب کو پھیلانے کے ایسے مراکز ہیں جو ہم سے بھاری معاوضہ لے کر ہماری نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں۔

اس چومکھی لڑائی میں پورے شعور اور منصوبے کے ساتھ پوری تیاری سے قلم اٹھائیے، لکھیے اور جہاں، جہاں ممکن ہو شائع کروائیے۔ تہذیب یلغار کے مقابلے کا یہی طریقہ ہے، جس سے ہم اپنی نسلوں کو بیدار رکھ سکتے ہیں۔ یہ محض شوق نہیں عبادت بھی ہے۔ ماہنامہ ''نفاذ اردو'' اس محاذ پر سرگرم عمل ہے۔ اس میں اشاعت کے لیے اپنے مضامین ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ تک ارسال کر دیا کریں۔

مدیر ماہنامہ ''نفاذ اردو'' واٹس ایپ نمبر ۰۳۴۹۵۰۵۹۷۶۰

"اردو ہے ہماری قومی زبان"

علیزہ کنول

اٹھو اس ملک کے نوجوانو!

اٹھو اس ملک کے معمارو!

اٹھو اس ملک کے نونہالو!

اب وقت ہے جاگنے کا

اب وقت ہے آزادی حاصل کرنے کا

اور اس ذہنی غلامی سے

نجات حاصل کرنے کا

غیروں کی زبان سے

نجات حاصل کرنے کا

اب وقت ہے اپنی زبان کو

ہر جگہ فوقیت دینے کا

اپنی قومی زبان کو فروغ دینے کا

اب وقت ہے اپنی قومی زبان کو

ہر جگہ، ہر مقام پر، ہر بات میں

ہر شہر، ہر قصبے اور ہر دیہات میں

ایک اعلیٰ مقام دلانے کا

اٹھو اس ملک کے نوجوانو!

اٹھو اس ملک کے معمارو!

اٹھو اس ملک کے نونہالو!

بن جاؤ تم اب ایک قوم

اور اٹھ کر تم لگاؤ نعرہ

اور اٹھ کر تم لگاؤ نعرہ

کہ ایک قوم ایک زبان

اردو ہے ہماری قومی زبان

اردو ہے ہماری قومی زبان